besturdubooks.wordpress.com
www.besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

خاندانِ نبوی ﷺ کے چشم و چراغ

besturdubooks.wordpress.com

خاندانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم و چراغ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے، صاحبزادیوں اور
اُن کی اُمّہات کا ایمان افروز، دلکش اور معلوماتی تذکرہ

اُردو ترجمہ

أبناء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف

إبراهيم محمد حسن الجمل

مترجم

ابن سرور محمد اویس

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور- فون: ۷۳۵۲۲۸۳

besturdubooks.wordpress.com

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب خاندان نبوی ﷺ کے چشم و چراغ
اردو ترجمہ ابناء النبی ﷺ
مؤلف ابراهيم محمد حسن الجمل
مترجم ابن سرور محمد اویس
باہتمام محمد ناظم اشرف
ناشر بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
ادارۃ القرآن = اردو بازار کراچی
مکتبہ قرآن = بنوری ٹاؤن، کراچی

besturdubooks.wordpress.com

فہرست

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

besturdubooks.wordpress.com

تقریظ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

حضور ﷺ کے اہل بیت کا تذکرہ اللہ کی رحمت اور خوشنودی کے حصول کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے، گھرانہ نبوی ﷺ پر اللہ جل شانہ کی جو مہربانیاں اور کرم نوازیاں ہیں وہ کسی ذی شعور اور ذی عقل شخص سے مخفی نہیں۔ انہی فضائل حمیدہ اور خصائل جمیلہ کی وجہ سے کوئی گھرانہ، کوئی کنبہ، کوئی خاندان اور کوئی قبیلہ حضور ﷺ کے اہل بیت سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

خانوادۂ نبوی ﷺ کا تذکرہ ایک ایسی خوشبو ہے جو پورے عالم کو معطر کر سکتی ہے، ایسا نور ہے جو دنیا بھر کو منور کر سکتا ہے۔ سورج کی کرنیں ہو یا چاند کی چاندنی، ستاروں کی چمک ہو یا شبنم کا پانی، سب اس تذکرہ کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں۔ یہ ایمان افروز تذکرہ بنجر دلوں کی سیرابی اور بے چین روحوں کی شادابی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مترجم ابن سرور محمد اویس اور ناشر مولانا ناظم اشرف سلمہ کو اس عمدہ کتاب کے انتخاب پر جزائے خیر عطا فرمائے اور ان حضرات کی اس بے مثال کاوش کو قبولیت کے زیور سے آراستہ فرمائے۔ آمین

فقط دعا گو

عبدالرحمٰن اشرفی

استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

besturdubooks.wordpress.com

تقریظ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد یوسف خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری حیات طیبہ مومن کی زندگی کے ہر مرحلہ کے لئے مکمل نمونہ زندگی ہے۔ اس مبارک حیات طیبہ کی عقیدت ومحبت کے تناظر میں اہلِ بیت، ازواجِ مطہرات اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکرم اولاد کے فضائل و برکات پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔

لیکن جب انسان حقائق سے فرار کی راہ اختیار کرتا ہے تو وہ اپنے لئے ان فضائل و برکات کے پیشِ نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاندانی زندگی کو راہ نما نہیں بنا پاتا وہ یہ سمجھتا ہے کہ کہاں ہم، کہاں وہ ذاتِ اقدس، لہٰذا عملی زندگی میں نقوش نبوی سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔

یقیناً ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ مکرم کے بارے میں حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے ایک مسلمان پر یہ واضح کرے کہ ان نفوس مقدسہ پر بھی خوشی وغم کے لمحات، تلخ وشیریں حالات اور حوادثات کے اتار چڑھاؤ آتے رہے، زندگی کے تمام حقائق ان کی زندگی میں بھی آتے رہے، لہٰذا ہمیں بھی اپنی زندگی اور

besturdubooks.wordpress.com

اپنی اولاد کی زندگی میں حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور مکرم اولاد کے حقائق کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی زندگی کو مشعل راہ بنانا چاہیے، یہ کتاب یقیناً اس بارے میں بہترین معاون ثابت ہوگی، اللہ تعالیٰ مؤلف اور مترجم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

احقر محمد یوسف خان عفی عنہ

استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

۱۹ اگست ۲۰۰۵ء

besturdubooks.wordpress.com

﴿عرضِ مترجم﴾

محترم قارئین کرام! زیر نظر کتاب چند ایسی بے مثل ہستیوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے کہ جب ان کے ذکرِ خیر کے لئے الفاظ کو تعبیر کی لڑی میں پرویا جاتا ہے تو وہ الفاظ ایسی مقناطیسیت حاصل کر لیتے ہیں جو دلوں کو کھینچ لیتی ہے، اس تذکرہ سے مقصود ان عظیم ہستیوں کا تعارف نہیں کیونکہ یہ محتاجِ تعریف و تعارف ہیں ہی نہیں ...... بلکہ اس ذکر خیر سے مقصود اپنے الفاظ کو قیمتی، کلام کو قابلِ وقعت اور قلم کو قابلِ قدر بنانا ہے،

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی

ولکن مدحت مقالتی بمحمد

''میں اپنے کلام کے ذریعہ حضرت محمد ﷺ کی تعریف نہیں کرتا بلکہ حضرت محمد ﷺ کے ذکر خیر کی بدولت اپنے کلام کو قابل تعریف بناتا ہوں۔''

اصل میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر سرکار دو عالم ﷺ کی شانِ عالی کے بارے میں ہے لیکن شاید کلام کو قابل تعریف بنانے کا گوہر اولادِ پیغمبر ﷺ کو بھی علی وجہ الکمال حاصل ہے۔

اولادِ پیغمبر ﷺ کی سیرت کا مطالعہ ایسے کیف پر مشتمل ہے جو انسان تو انسان، شجر و حجر کو بھی مسحور کر دیتا ہے، اس میں ایسا نغمہ ہے جو روح کو سرشار کر دیتا ہے اور ایسی اثر آفرینی ہے جو لمحوں میں انسان کو اپنا اسیر بنا لیتی ہے، جن لوگوں نے دل کی گہرائیوں سے خاندانِ نبوی ﷺ کی عظمتوں کو قبول کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی بلندیاں عطا کیں جن پر ملائکہ بھی رشک کرتے تھے اور جن بدنصیبوں کے دامن ان عظیم انسانوں کی عظمت و کردار کی سربلندی کے اقرار سے خالی رہے، ذلت و پستی دونوں جہاں میں ان کا مقدر بنی۔

اگر اس کتاب کی علت فاعلیہ (مترجم) کی طرف نظر دوڑائی جائے تو یہ ایک

besturdubooks.wordpress.com

معمولی سی پونجی ہے جو آپ کو پیش کی گئی ہے اور ایک بے سروپا تحفہ ہے جو آپ کو ہدیہ کیا گیا، لیکن جب زاویہ نگاہ کو اس کی علت مادیہ (موضوع) کی طرف پھیرا جائے تو شاید اس کا مطالعہ دنیا و آخرت کی خوشیوں سے ہم کنار کرنے کا ذریعہ بن جائے۔

ناچیز راقم اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کے باعث اس بات کا اقرار کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ ان عظیم ہستیوں کے عظیم تذکرہ میں یقیناً قلم نے لغزش کھائی ہوگی، اس لئے اگر مناسب الفاظ کے چناؤ میں راہِ صواب و فلاح حاصل ہوئی تو یہ اللہ کا احسان ہے اور اگر طالب علمانہ کوتاہی سامنے آئے تو یہ راقم کی نااہلی اور شیطان کا بہکاوہ ہے۔

لطفِ کلام کیا جو نہ ہو دل میں دردِ عشق
بسمل نہیں ہے تو، تو تڑپنا بھی چھوڑ دے

بہر حال اس سعادتِ عظمیٰ کے حصول پر جہاں حق تعالیٰ شانہٗ کی حمد وثنا ضروری ہے اسی طرح میں اپنے مشفق و محسن والدین اور اساتذہ کرام کے احسانات کو لمحہ بھر کے لئے بھی فراموش نہیں کر سکتا جن کی مکمل راہ نمائی اور شفقت ہر موڑ پر توشہء سفر ثابت ہوئی۔

تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا
احساس دے دیا مجھے اپنے گداز کا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے مؤلف، ناشر، معاونین اور راقم کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنائے، اور تمام مسلمانوں کو اس سے مستفید ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اولادِ اطہار کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے
یہ التجائے مسافر قبول ہو جائے

ابن سرور محمد اویس

۱۲ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ

besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿تمہید﴾

اللہ رب العزت نے اپنے ارادہ اور اپنی حکمت کے تقاضے کی بناء پر ہر چیز کو عدم سے وجود عطا کیا اور اس کائنات میں موجود اشیاء کو ایک دوسری پر فوقیت' برتری اور فضیلت عطا فرمائی' جمعہ کے دن کو باقی ایام پر فضیلت بخشی' رمضان کے مہینہ کو باقی مہینوں پر فوقیت عطا کی' مکہ اور مدینہ کو دوسرے شہروں پر ممتاز کیا اور مسجد حرام' مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کو دوسری جگہوں پر برتری اور امتیازی حیثیت عطا کی' اور اسی طرح آسمانوں میں سے ساتویں آسمان کو تقدیم و اولیت عطا فرمائی۔

جب ہم انسانی فضیلت اور فوقیت کی طرف متوجہ ہوئے تو ہمیں قرآن کی مدد لینی پڑتی ہے' اللہ رب العزت فرمارہے ہیں:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ (سورۃ الاسراء: ۷۰)

''اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی ہے اور خشکی اور دریا میں اسے سوار کیا اور ہم نے انہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں فضیلت عطا کی۔''

ایک جگہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۵۳)

besturdubooks.wordpress.com

''یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعضوں کے درجے بلند کیے اور ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو صریح معجزے دیئے تھے اور اسے روح القدس کے ساتھ قوت دی تھی۔''

حق تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

''اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾

(سورۃ آل عمران: ۳۳، ۳۴)

''بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو سارے جہان سے پسند کیا ہے جو ایک دوسرے کی اولاد تھے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

﴿وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلَآئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْمَا اٰتَاکُمْ اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (سورۃ الانعام: ۱۶۵)

''اس نے تمہیں زمین میں نائب بنایا ہے اور بعض کے بعض پر درجے بلند کر دیئے ہیں تاکہ تمہیں اپنے دیئے ہوئے حکموں میں آزمائے بے شک تیرا رب جلدی عذاب دینے والا ہے اور بے شک البتہ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

﴿وَاِذْ قَالَتِ الْمَلَآئِکَۃُ یَا مَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفَاکِ وَطَھَّرَکِ وَاصْطَفَاکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ﴾

(سورۃ آل عمران: ۴۲)

''اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ نے تجھے پسند

besturdubooks.wordpress.com

کیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور تجھے سب جہان کی عورتوں پر پسند کیا ہے۔''

انسانی فضیلت و برتری کبھی تو صراحت و وضاحت کے ساتھ ذکر کی جاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض انسانوں کی بعض پر فوقیت و سربلندی کو ضمناً اور اشارۃً بیان کیا جاتا ہے' جیسا کہ قرآن مجید میں سرکار دو عالم ﷺ کے اہل بیت کی فضیلت و امتیازی شان کو بیان کیا گیا اور یقیناً اہل بیت میں سے سب پر مقدم حضور ﷺ کے بیٹے اور بیٹیاں ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ (سورۃ الاحزاب: ۳۳)

''اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اس گھر والو! تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں خوب پاک کرے۔''

اللہ رب العزت نے اہل بیت کی فضیلت کو ضمناً اور اشارۃً کس حکمت و سبب کی بنا پر کیا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہم سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

اس کتاب میں ہم نے حضور ﷺ کے اہل بیت میں سے ان کی اولاد کا تذکرہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے' لہٰذا ہم حضور ﷺ کی اولاد مطہرہ کی سیرت و حالات زندگی' زندگی میں انہیں پیش آنے والی تکالیف' اور ان کو لاحق ہونے والی پریشانیوں کا تذکرہ کریں گے اور یہ بات تو یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسرے تمام لوگوں پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے' لیکن اس برتری کے باوجود ہمارے لیے بالکل ممکن نہیں کہ ہم اس فانی زندگی کی ماری اشیاء میں کسی بھی طرح ان کے امتیاز و برتری کا تذکرہ اور اس کے متعلق گفتگو کریں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی ہمارے لیے واضح ہے کہ انہیں اس زندگی میں کس قدر مصائب اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح ان کی دو بہنوں حضرت

besturdubooks.wordpress.com

رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہوا' انہیں کس قدر پریشانیوں' مصیبتوں اور ناگواریوں سے واسطہ پڑا' کبھی وہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوئیں اور کبھی انہیں ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف رخت سفر باندھنا پڑا' اور اس سے بڑھ کر کیا بات ہوگی کہ انہوں نے جوانی کی شادابی کے دنوں میں اس دنیا فانی سے کوچ کیا (اور داعی اجل کو لبیک کہہ کر ہمیشہ کی خوشیوں اور راحتوں میں چلی گئیں)۔

حضرت قاسم' حضرت عبداللہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہم بچپن ہی میں انتقال کر گئے، یہی اللہ کا طے شدہ فیصلہ اور اس کی حکمت بالغہ کا تقاضا تھا جسے رد کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

میں نے اس کتاب کو حضور ﷺ کی زندگی کے ایک انتہائی اہم حصہ کے ذکر سے شروع کیا ہے یعنی ''حضور ﷺ کی زندگی ایک خاوند اور باپ کی حیثیت سے۔'' اس موضوع کے ساتھ کتاب کو شروع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس عنوان کو ہماری کتاب کے موضوع کے ساتھ ایک خاص مناسبت ہے۔

پھر میں نے حضور ﷺ کی ان ازواج مطہرات کے متعلق گفتگو کی ہے جن سے حضور ﷺ کی اولاد ہوئی' یعنی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور ماریہ مصریہ رضی اللہ عنہا۔ ان دونوں پاکیزہ خواتین کی مبارک زندگی کے متعلق میں نے قدرے تفصیل سے تحریر کیا ہے۔

میں نے حضور ﷺ کے بیٹوں حضرت قاسم' حضرت عبداللہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہم کے متعلق بھی گفتگو کی ہے۔

حضور ﷺ کی بیٹیوں میں سے حضرت زینب کا تذکرہ' ان کے خالہ زاد بھائی سے ان کا نکاح' پھر حضرت زینب کا اسلام اور ان کے خاوند کا بدستور شرک پر قائم رہنا' اور پھر ان کی جدائی اس بنا پر کہ اسلام غیر مسلم مرد کی مسلمان عورت سے شادی اور اس کے بقاء سے منع کرتا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند کا حضور ﷺ کے بلانے پر

besturdubooks.wordpress.com

آنا اور اسلام قبول کرنے تک حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند کا حضور ﷺ کے بلانے پر آنا' اور اسلام قبول کرنے تک حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ میں چھوڑ دینا۔ ہبار بن اسود کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہوئے ان کے اونٹ کو زخمی کرنا جس سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پتھر پر گرنا اور اس سے ان کے حمل کے ساقط ہونے سے پہنچنے والی تکلیف' حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کے پاس پہنچنا' پھر حضرت زینب کے خاوند کا رجوع کرنا' اسلام لانا' اور عقد نکاح کا اعادہ کرنا' اور پھر پرانے زخم سے ان کی وفات۔ ان تمام امور کے متعلق میں نے اس کتاب میں تحریر کیا ہے۔

اور پھر میں نے حضور ﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا اور ابولہب کے بیٹوں سے ان کا نکاح۔ پھر ان کی اپنے والد کے یہاں واپسی...... پھر ایک ایک کر کے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح...... اور عالم شباب میں خاندان نبوت کے ان چراغوں کا گل ہو جانا...... میں نے ان تمام موضوعات کو اس تذکرہ میں جگہ دی۔

کتاب کے آخر میں جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا مبارک تذکرہ ہے' اس کے ساتھ ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کے نکاح کا تفصیلی بیان اور زندگی میں ان کو پیش آنے والی مصیبتیں...... کہ وہ دنیا کی دوسری عورتوں سے دنیاوی امور میں کوئی ممتاز حیثیت نہ رکھتی تھیں...... یہ بات ممکن تھی کہ وہ عیش و عشرت کی زندگی گزارتیں لیکن حضور ﷺ کی چاہت یہ تھی کہ وہ بغیر کسی امتیازی شان اور ممتاز حیثیت کے زندگی گزاریں۔ لہٰذا حضرت فاطمہ اور ان کے خاوند حضرت علی رضی اللہ عنہما نے عام مسلمانوں کی طرح زندگی بسر کی اور اس معمولی زندگی میں ان کی اولاد بھی شریک تھی۔

فضیلت و رفعت اور شان و سربلندی تو اللہ کی طرف سے ہے اور حضور ﷺ

besturdubooks.wordpress.com

کی اولاد کی زندگی طرح طرح کی پریشانیوں، تکلیفوں اور مصائب سے مرکب تھی، ہم ان کے بارے میں یہی کہہ سکتے ہیں جو ہم اپنی ہر نماز میں کہتے ہیں۔

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ﴾

''اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل و اولاد پر رحمت نازل فرما، جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی، بے شک تو بڑی شان والا قابل تعریف ہے، اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل و اولاد میں برکت عطا فرما، جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اوران کی آل میں برکت عطا فرمائی، بیشک تو بڑی شان والا قابل تعریف ہے۔''

''اے اللہ! ہمیں اس عظیم خاندان کے ساتھ ملا دے اور ہمیں بہترین بدلہ اورثواب عطا فرما اور رفعتوں سے نواز دے۔''

ابراہیم محمد حسن الجمل

besturdubooks.wordpress.com

﴿حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاوند کی حیثیت سے﴾

ہم میں سے کوئی آدمی ایک عورت سے شادی کرتا ہے تو اس کی درست انداز میں قیادت اور راہنمائی نہیں کرسکتا' اور اگر دو سے شادی کر لے تو اس پر شاعر کا یہ قول صادق آتا ہے:

﴿تزوّجتُ اثنتین لِفرطِ جَھْلِیْ﴾

''میں نے اپنی بے پناہ جہالت کی وجہ سے دو عورتوں سے شادی کی۔''

اور اگر تین عورتوں سے شادی کر لے تو عصا تھام لیتا ہے اور چار بیویوں کو عقد نکاح میں لے آئے تو ان کی نگرانی اور قیادت کے لیے اسے کوڑا تھامنا پڑتا ہے اور اس کے منہ سے ایسی گالیاں نکلتی ہیں جو لغات اور ڈکشنریوں میں موجود نہیں اور یقیناً انسانی طاقت تو بہت کمزور ہے۔

لیکن ایک ہستی ایسی بھی ہے جس نے اللہ رب العزت کی خاص رخصت کی وجہ سے (جس کی حکمت کو اللہ ہی جانتا ہے) چار سے بھی زیادہ عورتوں سے شادی کی' اور اس نے ان بیویوں کے ساتھ کئی سال گزارے' اچھے طریقہ سے ان کی قیادت کی۔ وہ ان کے مزاج، طبیعتوں اور قوموں کے مختلف ہونے کے باوجود قیادت کی بلند چوٹی پر پہنچا' اس کے منہ سے کسی ایک عورت کے لیے بھی کوئی غلط لفظ نہ نکلا' اس نے نہ کسی کو برا بھلا کہا، نہ کسی کو گالی دی، نہ قوت کو ان کے خلاف استعمال کیا، نہ سخت احکامات نافذ کیے اور نہ ہی کسی بیوی کو اظہار خیال کرنے سے روکنے کے لیے اس کا منہ بند کیا' یہ ہستی بلاشبہ خاتم الانبیاء والمرسلین محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی تھی۔

besturdubooks.wordpress.com

ازواج مطہرات کا اجمالی تعارف

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ عورتوں سے عقد نکاح فرمایا' دو سے آپ نے ازدواجی ملاقات نہیں فرمائی وہ اسماء بنت نعمان اور عمرہ بنت یزید ہیں[1] اسماء بنت نعمان میں آپ نے ان میں ایک بیماری پائی تو انہیں واپس کر دیا' یہ خلقی عیب تھا اور عمرہ بنت یزید زمانہ جاہلیت سے قریبی تعلق رکھتی تھیں' جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پناہ طلب کی' آپ نے انہیں کہا: ''روکنے والی اور اللہ کی پناہ لینے والی ہے۔'' اور انہیں ان کے گھر والوں کے حوالہ کر دیا۔ شرعی ملاقات نہ فرمائی۔ باقی گیارہ ازواج سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازدواجی ملاقات فرمائی۔ ان میں سے دو کا انتقال آپ کی حیات مبارکہ ہی میں ہو گیا۔ ایک تو حضرت سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا جن کا انتقال مکہ میں ہوا' اور دوسری حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا' جن کا انتقال مکہ کے قریب ایک جگہ ''سرف'' میں ہوا' انہوں نے اس بات کی خواہش کی تھی کہ ان کا انتقال اسی جگہ ہو' کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی جگہ ان سے شرعی ملاقات فرمائی تھی' حق تعالیٰ شانہ نے ان کی خواہش کو پورا فرمایا' اور ان کا انتقال مقام ''سرف'' میں ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی نو ازواج مطہرات کے نام درج ذیل ہیں۔

''سودہ بنت زمعہ' عائشہ بنت ابی بکر' حفصہ بنت عمر' زینب بنت خزیمہ' ام سلمہ' ام حبیبہ' زینب بنت جحش' صفیہ بنت حیی' جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہن'' ان ازواج کے ساتھ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو بھی ملایا جائے' انہیں مقوقس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ کے پیش کیا تھا ان تمام ازواج کا انتقال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ہوا۔

---

[1] ھذہ روایۃ ابن ھشام فی کتابہ۔

besturdubooks.wordpress.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی' ایک مثالی نمونہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنی کسی اہلیہ کو نہیں مارا اور نہ ہی آپ کا دست مبارک کسی بیوی کی طرف بڑھا اور نہ ہی آپ کی زبان مبارک سے ان کے بارے میں کوئی غلط لفظ نکلا۔

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک ایسا مثالی راستہ دکھایا اور اتنی عمدہ تربیت فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کا اپنی بیوی کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو بیویوں کے حقوق سے روشناس کراتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "کیا تمہیں اس بات سے شرم نہیں آتی کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو ایسے مارے جیسے غلام کو مارتا ہے' کہ رات کے ابتدائی حصہ میں اس کو مارتا ہے اور آخری حصہ میں اس سے جماع کرتا ہے۔"[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس بات کی تعلیم ارشاد فرمائی ہے کہ عورت بعض اوقات اپنی حیثیت وقوت کا دعویٰ کرے گی' بڑا بننے کی کوشش کرے گی اور خود کو اعلیٰ سمجھے گی' مساوات و برابری کو طلب کرے گی' کیونکہ وہ کمزور ہے اور اپنے معاملہ میں نرمی' ہمدردی اور شفقت کی محتاج ہے۔ لہٰذا فرمایا:

"عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے' وہ کبھی سیدھی نہیں ہوسکتی' تو اس کے ٹیڑھے پن کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھالے' اگر تو اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے توڑ دے گا' اور اسے توڑنا اسے طلاق دینا ہے۔"[2]

زوجہ کا اکرام' قرآن وسنت کی روشنی میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعدد مواقع میں بیوی کا اکرام کرنے کی ترغیب دی اور

---

[1] کنز العمال (۴۴۹۸۳)

[2] البخاری (۷/۳۴)

besturdubooks.wordpress.com

بہت سی احادیث میں اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر ابھارا اور برانگیختہ فرمایا' ہم ان میں سے چند احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں۔

﴿۱. اتقوا اللّٰہَ فی النساء﴾[۱]

''عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔''

﴿۲. النساء شَقَائِق الرجالِ﴾[۲]

''عورتیں مردوں کے مثل ہیں۔''

﴿۳. خیر کم خیر کم لاھلہٖ' وانا خیر کم لاھلی﴾[۳]

''تم سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی گھر والی کے ساتھ اچھا ہے اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔''

﴿۴. لایَضُرَکُ مومن مومنۃً ان کرہ عنھا خُلُقًا رضی آخر﴾[۴]

''ایمان والا مرد ایمان والی عورت کو ناپسند نہیں کرتا' اگر اسے اس کی کوئی عادت بری لگے تو وہ اس کی کسی دوسری عادت کو پسند کرتا ہے۔''

﴿۵. استوصوا بالنساء خیرًا﴾[۵]

''عورتوں کے ساتھ بھلائی والا معاملہ کرو۔''

---

۱ رواہ مسلم (۱۴۷) والترمذی (۱۱۶۳)

۲ کشف الخفاء (۲/۴۵۳)

۳ الترمذی (۳۸۹۵) وابن ماجہ (۱۹۷۷)

۴ مسلم (باب: ۱۸' رقم: ۶۳)

۵ البخاری (۷/۳۴)۔

besturdubooks.wordpress.com

﴿٦. الرجل راعٍ فی بیتهٖ و مسئول عَنْ رعیّته والمرأة راعیة فی بیت زوجها و مسئولۃٌ عن رعیّتها﴾[1]

''آدمی اپنے گھر کا نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے۔ اس سے اس کی نگہبانی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

اللہ رب العزت نے بھی ہمیں اسی بات کی تعلیم دی ہے اور قرآن مجید کی بہت سی آیات حضور ﷺ کے اس عمل کی تائید کرتی ہیں، اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

﴿وَمِنْ اٰيَاتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾ (سورۃ الروم: ۲۱)

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہی میں سے بیویاں پیدا کیں تا کہ ان کے پاس چین سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔''

﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (سورۃ النساء: ۱۹)

''اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے زندگی بسر کرو۔''

﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۳۲)

''تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔''

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ (سورۃ البقرۃ: ۱۸۷)

''وہ تمہارے لئے پردہ ہیں اور تم ان کے لئے پردہ ہو۔''

ازواج مطہرات کو اظہار رائے کی آزادی

حضور ﷺ کا اپنی ازواج کے ساتھ حسن سلوک ایک پاکیزہ طرز عمل ہے اور

[1] رواہ البخاری (۲/۶) والترمذی (۱۷۰۵)

besturdubooks.wordpress.com

ایک ایسی بلند شان مثال ہے کہ ہر مسلمان کے لئے اس کی اقتداء کرنا لازم ہے، حضور ﷺ نے اپنی ازواج کو بات کرنے کی آزادی دے رکھی تھی۔ تا کہ وہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرسکیں، پوری شجاعت کے ساتھ اپنی رائے کو بیان کرسکیں، جب تک کہ اس سے دوسری ازواج کو تکلیف نہ پہنچے، اللہ کی ناراضگی کا سبب نہ ہو اور نہ ہی حضور ﷺ کی ناگواری کا باعث ہو۔

حضور ﷺ کی زندگی میں ازواج کے ساتھ حسن سلوک میں بہت سی روشن مثالیں موجود ہیں جو ہمیں حضور ﷺ کی اتباع اور پیروی کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔

جب حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا مدینہ حاضر ہوئیں، اور حضور ﷺ کے حکم سے جلیل القدر صحابی حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہریں، تا کہ عورتیں سہاگ رات کے لئے ان کو تیار کریں۔ جب مدینہ کی عورتوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آمد کے بارے میں سنا تو وہ ان کے حسن و جمال کو دیکھنے کے لئے آنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی چھپ کر انہیں دیکھنے کے لئے نکلیں، حضور ﷺ نے انہیں تاڑ لیا اور دور سے ان کا پیچھا فرمایا اور انہیں حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے ان کا انتظار کیا، جب وہ باہر آئیں تو حضور ﷺ نے انہیں پکڑا اور مسکراتے ہوئے پوچھا: ''اے شقیراء! تو نے اسے کیسا پایا؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کندھوں کو ہلاتے ہوئے کہا: ''میں نے ایک یہودیہ کو دیکھا ہے'' حضور ﷺ نے بڑی نرمی سے ان کی تردید کی اور فرمایا: ''ایسے مت کہو، کیونکہ وہ مسلمان ہوگئی ہے اور اس کا اسلام بہت اچھا ہے۔''[1]

حضور ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ نرمی اور شفقت کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے' اور کوئی ایسا مانع نہ تھا جس کی وجہ سے وہ حضور ﷺ سے گفتگو نہ کرسکیں اور جو زوجہ مطہرہ آپ کے ساتھ دلیل و حجت سے گفتگو میں مقابلہ بھی کرنا چاہتی تو آپ بڑی نرمی'

---

[1] أخرجه ابن ماجه (۱۹۸۰) بالفاظ مختلفه

besturdubooks.wordpress.com

ہمدردی اور اطمینان کے ساتھ اس کو سمجھاتے اور اصلاح فرماتے۔

بیعت رضوان کی حدیث میں آتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر اللہ نے چاہا تو اصحاب شجرہ اور درخت کے نیچے بیعت کرنے والے جہنم میں نہ جائیں گے۔''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی بات کو تسلیم نہ کرتے ہوئے مناظرانہ انداز میں عرض کیا: ''کیوں نہیں، یارسول اللہ......''

حضور ﷺ نے دریافت کیا:

''آپ نے یہ بات کس بنیاد پر کی ہے؟''

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی آیت پڑھی۔

﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾(سورۃ مریم: ۷۱)

''اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا اس (جہنم) پر گزر نہ ہو یہ تیرے رب پر لازم مقرر کیا ہوا ہے۔''

حضور ﷺ نے فوراً اس سے اگلی آیت کی تلاوت فرمائی:

﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا﴾

(سورۃ مریم: ۷۲)

''پھر ہم انہیں بچالیں گے جو ڈرتے ہیں اور ظالموں کو اس (جہنم) میں گھٹنوں پر گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔''[۱]

حضور ﷺ کبھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آنے کی دعوت دیا کرتے تھے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کے سامنے گھر کے معمولی امور کے بارے میں حضور ﷺ سے جھگڑتی تھیں۔ یہ بات ابوبکر رضی

---

[۱] والحدیث فی طبقات ابن سعد (۷۳/۱/۲)

besturdubooks.wordpress.com

اللہ عنہ کو بڑی ناگوار محسوس ہوتی تھیں اور کئی بار انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایسا کرنے سے منع کیا تھا اور ڈانٹا بھی تھا' اور انہیں جھگڑا کرنے سے منع کیا تھا' اور انہیں اس بات سے بہت تکلیف ہوتی تھی کہ ان کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا سلوک کرے، لہٰذا وہ غضبناک ہو جاتے اور اپنی بیٹی پر انہیں طیش آ تا۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے غصہ و طیش کو ٹھنڈا کرتے ہوئے نرمی کے ساتھ فرماتے: ''اے ابوبکر! ہم نے آپ کو اس لیے تو نہیں بلایا۔''[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ممکن تھا کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دیتے، تاکہ وہ اپنی بیٹی کو ایسا سبق سکھاتے جو انہیں کبھی نہ بھولتا' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کریمانہ مزاج کو یہ بات پسند نہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازواج مطہرات سے مشورہ کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی کوئی دشواری اور الجھن پیش آتی تو آپ اپنی ازواج سے مشورہ فرمایا کرتے تھے' وہ آپ کو اپنی درست رائے اور صحیح فکر کے ساتھ مشورہ دیا کرتی تھیں' ہم آپ کے سامنے صلح حدیبیہ کے واقعہ کو بطور مثال کے پیش کرتے ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی دستاویز لکھوائی، تو بہت سے مسلمان اس سے خوش نہ تھے' انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت بالغہ اور دور اندیشی کا علم نہ تھا' مسلمان اس وقت میں مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کر چکے تھے لیکن انہیں اس دستاویز کے ذریعہ مکہ داخل ہونے سے روک دیا گیا' لہٰذا انہیں مکہ کے قریب پہنچنے کے باوجود عمرہ کی ادائیگی سے محرومیت کا بہت رنج و الم تھا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس بات کا حکم دیا کہ وہ اپنے جانور ذبح کر دیں اور حلق یا قصر کروالیں اور یہ عمل مدینہ روانگی سے قبل اسی جگہ ہو' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

[1] رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ (۲۰۹۲۴)

besturdubooks.wordpress.com

تین مرتبہ ایسا کرنے کو فرمایا لیکن ایک آدمی بھی اس عمل کو کرنے کے لیے کھڑا نہ ہوا۔

حضور ﷺ لوگوں کے اس عمل پر رنجیدہ خاطر اور غمگین ہو کر اپنی اہلیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے‘ جب انہوں نے حضور ﷺ کی اس حالت کے بارے میں سوال کیا تو حضور ﷺ نے انہیں ساری بات ارشاد فرمائی۔

”اے اللہ کے نبی! آپ مسلمانوں کے پاس جائیں اور کسی سے گفتگو کیے بغیر اپنا جانور ذبح کریں اور حلق کرنے والے کو بلوا کر اپنے بالوں کو منڈوالیں۔“ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ دیا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ پر عمل کیا‘ کسی سے بات نہ کی‘ اپنے جانور کو ذبح کیا اور اپنا سر منڈوایا‘ لہٰذا دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان کھڑے ہوئے‘ انہوں نے اپنے جانور ذبح کیے اور ایک دوسرے کے سر مونڈنے لگے۔

وہ اس عمل میں اس تیزی اور سرعت سے مصروف ہوئے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کو دی ہوئی تکلیف پر ندامت اور غمزدگی کے اظہار میں ایک دوسرے کو قتل ہی نہ کردیں۔

خانگی امور کو خوش اسلوبی سے حل کرنا

حضور ﷺ اپنی ازواج کی باتوں کا جواب مختصر الفاظ میں دلیل کے ساتھ دیا کرتے تھے اور ایسے معاملات میں کبھی کلام کو وسعت و زیادتی نہ دیتے تھے جو کسی بات کے پھیلنے اور طاقت سے باہر امر کے لازم کرنے کا باعث بن جائے‘ اور اس سے ایسا نتیجہ نکلے جو طاقت کے بقدر نہ ہو اور حضور ﷺ اپنی گفتگو کو امور سابقہ یا وعظ و نصیحت کے ساتھ مربوط فرماتے تھے اور اکثر آپ ﷺ کا جواب لطف و ظرافت اور خوبصورت اشارات و رموز پر مشتمل ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کی محبوب بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی حضور

besturdubooks.wordpress.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت عائشہؓ کی شکایت کرنے کے لیے حاضر ہوئیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہا کہ ''تیرے باپ نے مجھ سے اس حال میں شادی کی کہ میں کنواری تھی اور تیری ماں سے اس حال میں شادی کی کہ وہ پہلے سے شادی شدہ تھیں'' یہ کہہ کر وہ اور زیادہ شدت سے رونے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا: ''فاطمہ! تم ان سے کہو کہ جب میرے والد نے میری والدہ سے نکاح کیا تو میرے والد کنوارے تھے اور میری والدہ سے پہلے کسی سے شادی نہ کی تھی۔''

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سادہ زندگی کی روشن مثال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ممکن تھا کہ آپ ایسے گھروں میں رہائش پذیر ہوتے جو ریشم کی اعلیٰ اقسام اور طرح طرح کی آرائش وزیبائش پر مشتمل ہوتے' جیسا کہ اس زمانہ کے بادشاہ' حکام اور قبیلوں کے سردار رہتے تھے' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے مسجد کے گرد بہت چھوٹے اور مختصر ہوا کرتے تھے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ﴾ (الحجرات: ۴)

''جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے آواز دیکر بلاتے ہیں ان میں سے اکثر سمجھ نہیں رکھتے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین اور قریب ترین بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کے حجرہ کی یہ حالت تھی کہ یہ حجرہ بھی باقی حجروں کی طرح مسجد کے گرد بنا ہوا تھا۔ اس کی تعمیر کچی اینٹوں سے کی گئی تھی' اس کا چھپر کھجور کی شاخوں کا تھا اور اس میں بستر چمڑہ کا تھا جس میں کھجور کی چھال تھی۔ ان کے اور زمین کے درمیان صرف ایک چٹائی تھی اور دروازہ پر بالوں کا بنا ہوا ایک انتہائی معمولی پردہ لٹکایا گیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے لیے بڑی عظیم اور اعلیٰ مثال قائم کی ہے' جس

besturdubooks.wordpress.com

سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ انسان کی نیک بختی مہنگے، قیمتی اور نایاب بستروں میں نہیں، کتنے ہی محلات ایسے ہیں جن کی تعمیر میں لاکھوں روپے خرچ کیے گئے لیکن ان میں رہنے والے بے چین اور مضطرب ہیں۔ نیک بختی مہنگے لباس و پوشاک اور قیمتی بستروں میں نہیں بلکہ ایمان، اخلاص، اللہ کی رضا اور اس کے ثواب کی امید میں ہے۔

ایک جلیل القدر صحابیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ اور اس میں موجود بستر کو دیکھا تو یہ ارادہ کیا کہ انہیں ایک نرم و نازک اور آرام دہ بستر ہدیہ کریں۔ جیسے ہی یہ بستر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پہنچا آپ نے اسے فوری طور پر انہیں واپس کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات اس قوی ایمان، مکمل رضا مندی اور نادر توکل میں اپنے عظیم خاوند کے ساتھ نیک بختی اور سعادت کی انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں۔

واقعہ افک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثالی طرز عمل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ازواج مطہرات کی زندگی میں ایک وقت ایسا آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین اہلیہ کو ایک عظیم آزمائش کے لیے منتخب کیا، تاکہ بعد میں آنے والے مسلمانوں کو ان کے ذریعہ ایک ایسا عملی دشوار درس حاصل ہو جو ایسی مشکل میں ان کی رہنمائی کر سکے جو انسانی خیالات کو پچھاڑ کر رکھ دیتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شادی شدہ گھرانوں میں پیش آتی رہتی ہے اور اسی مشکل کی بنیاد پر گھرانوں کی ویرانی، خاندانوں کی نفرت اور دلوں کے اجڑنے کی نوبت آتی ہے، لیکن ان فسادات کی بنیاد محض جھوٹ، چغلی، افتراء اور غلط خبروں پر ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین اہلیہ کے ذریعہ ہمیں ایک ایسا درس عبرت حاصل ہوا ہے، جو ہمارے لیے قابل اتباع و عمل ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگرانی میں تھیں، لیکن اس کے باوجود انہیں یہ مشکل پیش آئی۔

اس بات کو ہم اپنے زمانہ میں بخوبی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ ہمارے زمانہ میں کسی

besturdubooks.wordpress.com

مرد وعورت کے درمیان تعلقات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا رواج پکڑ چکا ہے' فتنہ پھیلانے والے اور چغل خوری کرنے والے اسے پھیلاتے ہیں اور عورت کو ایسی مشکل میں پھنسا دیتے ہیں جس کی وہ طاقت نہیں رکھتی اور اگر یہ بات شوہر تک پہنچ جائے تو خاندان کے اجڑنے اور گھروں کے تباہ ہونے جیسے قابل مذمت انجام کا باعث ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھی یہ چغل خوریاں جیل میں قید ہونے یا قتل ہونے کا ذریعہ بھی بن جاتی ہیں۔

یہ نادر المثال دردناک سانحہ اور الزامِ باطل کا واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آیا' ہوا یوں کہ عربوں میں یہ عادت تھی کہ جنگ یا لڑائی کے لیے جانے سے پہلے وہ اپنی بیویوں کے لیے قرعہ اندازی کیا کرتے تھے' جس بیوی کے نام کا قرعہ نکل آتا وہ شوہر کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہوا کرتی تھی۔

ایک غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کا قرعہ نکل آیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں سفر کیا' واپسی میں جب مدینہ کے قریب پہنچے تو لوگوں نے اپنے گھر والوں سے ملاقات کے لیے تیار ہونے کی غرض سے راحت و آرام کے لیے پڑاؤ ڈالا' جب لشکر کی آگے روانگی کا وقت آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا' انہوں نے تلاش بھی کیا لیکن ہار انہیں نہ مل سکا' انہوں نے خیال کیا کہ جب وہ قضاء حاجت کے لیے گئی تھیں، ہار وہاں رہ گیا ہوگا' لہٰذا یہ خیال کر کے وہ اسی جگہ ہار کو تلاش کرنے کے لیے گئیں اور وہاں ہار انہیں مل گیا۔

جب وہ واپس قافلہ کی جگہ آئیں تو کیا دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ کا کجاوہ بھی یہ خیال کرتے ہوئے اٹھالیا ہے کہ وہ اس میں موجود ہیں۔

قافلہ نے رات کو چلنا شروع کیا' اس زمانے میں اہل قافلہ کا طرز یہ تھا کہ وہ کچھ آدمیوں کو لشکر سے پیچھے چھوڑ کر چلتے تھے تاکہ اگر کوئی چیز گر جائے تو وہ اٹھالائے' اس موقع پر بھی ایسا ہی کیا گیا تھا۔ اچانک پیچھے چلنے والوں میں سے ایک شخص نے کسی انسان نما چیز کو دیکھا' جب وہ اس کے قریب گیا تو پہچان لیا کہ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ اس

besturdubooks.wordpress.com

شخص نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سوار کیا اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلنے لگا' یہاں تک کہ ظہر سے کچھ دیر پہلے قافلہ والوں میں پہنچ گیا۔

ادھر منافقین نے طرح طرح کی جھوٹی خبریں اڑانا شروع کر دیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو الزامات کا نشانہ بنایا اور ان پر انتہائی گھٹیا قسم کی تہمتیں لگائیں' اور انہیں بڑھا چڑھا کر لوگوں میں پھیلانا شروع کر دیا۔

یہ خبر ان کے خاوند رسول اللہ ﷺ تک بھی پہنچ گئی انہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور اپنی محبوب ترین بیوی کے بارے میں ایسی باتیں اور الزامات سن کر بہت دکھ ہوا' لیکن آپ نے حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کی غرض سے اس سے کسی کو نہیں روکا۔ اور خاص طور پر اس وجہ سے کہ جس چیز کی اشاعت کی جاتی ہے وہ پھیلنا شروع ہو جاتی ہے اور اس زمانہ میں زیادہ توجہ دینے سے وہ خبر مشہور ہو جاتی ہے' اور اس کے سچ ہونے کا یقین ہونے لگتا ہے۔

تحقیق اور غور وفکر کے ذریعہ گھریلو مسائل کو حل کرنا

اس قسم کے مسائل اگر درست ہوں تو یہ ابتدائی مقدمات اور سابقہ واقعات پر مشتمل ہونے سے خالی نہیں ہوتے' کیونکہ جب بھی کوئی انسان کسی ایسی برائی میں ملوث ہوتا ہے اس سے پہلے اسے کئی چیزیں پیش آتی ہیں۔ اس لیے سب سے پہلے ان بنیادی باتوں کو جاننا ضروری ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی بات دریافت نہ فرمائی اور اس بات کی کوشش بھی نہ کی کہ ان کے سامنے حضور ﷺ کا غم اور تکلیف ظاہر ہو' اور انہیں اس متعلق کسی قسم کا کوئی اشارہ بھی نہ کیا بلکہ اپنے قریبی ساتھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا:

''وہ آپ کے گھر والے ہیں۔ ہم تو ان کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں

besturdubooks.wordpress.com

جانتے۔‘‘

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا: ’’ان کی باندی سے دریافت فرمالیجئے وہ آپ کو سچ بتائے گی۔‘‘

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے استفسار کیا تو انہوں نے عرض کیا: ’’قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے‘ میں نے اس میں کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھی‘ سوائے اس بات کے کہ وہ ایک نوعمر لڑکی ہے‘ آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اور پالتو جانور آ کر اس کا آٹا کھا جاتے ہیں۔‘‘ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہلیہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا‘ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور کی محبت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مقابلہ کیا کرتی تھیں‘ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوال کو سن کر اللہ کی پناہ مانگی اور کہا: ’’اللہ تعالیٰ میری آنکھوں اور کانوں کی حفاظت فرمائے‘ میں اس کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتی۔‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس دوران کوئی بیماری لاحق ہوگئی‘ انہوں نے اپنی والدہ کو بلوایا تاکہ وہ خاوند کے گھر میں ان کا علاج معالجہ کرسکیں‘ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ’’ام رومان‘‘ اور والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس سارے واقعہ کا علم تھا‘ لیکن ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس موضوع پر کوئی بات نہ کی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بیماری کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لاتے اور ان کی بیماری کے بارے میں دریافت فرماتے اور اس سے زیادہ کوئی بات نہ فرماتے۔ اس ملاقات کے دوران ام رومان بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتیں۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ ان کی والدہ کو بار بار آنے جانے میں دشواری ہوتی ہے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت چاہی کہ وہ اپنے میکے

besturdubooks.wordpress.com

جانا چاہتی ہیں' لہذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ابھی تک کسی بات کا علم نہ تھا' کہ مدینہ میں لوگوں کی زبانوں پر کیا چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں اور ان پر کیسے کیسے الزامات لگائے جا رہے ہیں؟ یہاں تک کہ ایک دن وہ کسی ضرورت بشریہ کے تحت اپنی ایک سہیلی کے ساتھ باہر نکلیں۔ دونوں میں گفتگو ہوئی تو ان کی سہیلی نے انہیں ساری بات سے آگاہ کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راستہ سے ہی واپس لوٹ آئیں اور اپنی والدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''امی جان!......لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟''

ام رومان سمجھ گئیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سارے واقعہ کا علم ہو گیا ہے اور منافقین کی افتراء پردازیوں اور سازش کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم ہو گیا ہے' ام رومان رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دلاسا دیا اور انہیں صبر کرنے کی تلقین کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عجیب بات ہے! کیا لوگوں نے اس قسم کی باتیں بھی کرنی تھیں؟!! اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دن رات رونے لگیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سارے واقعہ کا علم ہو چکا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے' سلام کیا...... پھر بیٹھ گئے' کلمہ شہادت پڑھا...... پھر اپنی زوجہ محترمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''حمد وصلوۃ کے بعد، اے عائشہ!...... مجھے آپ کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے' آپ کے خیال میں اگر آپ بے قصور ہیں تو اللہ رب العزت آپ کی بے گناہی کا اعلان کرے گا' اور اگر آپ سے گناہ سرزد ہوا ہے تو آپ توبہ واستغفار کریں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے اپنے بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ اپنے والد سے کہا ''میری

besturdubooks.wordpress.com

طرف سے رسول اللہ کو جواب دیجئے۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم...... میری پیاری بیٹی...... میں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دوں؟''
پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا۔ ''میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیجئے۔''
انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔''
مزید کہنے لگیں۔

''میں جانتی ہوں کہ جو بات تم نے سنی ہے وہ تمہارے دلوں میں بیٹھ گئی ہے' اور تم نے اس کی تصدیق کر لی ہے' اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں لیکن تم میری تصدیق نہ کرو گے' اور اگر میں کسی جرم کا اعتراف کر لوں' حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں' تو تم میری تصدیق کرنے لگو گے' خدا کی قسم! تمہاری اور میری مثال ایسے ہی ہے جیسا کہ ابو یوسف یعقوب علیہما السلام نے کہا تھا۔

﴿فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ﴾

(سورۃ یوسف: ۱۸)

''صبر ہی اچھی چیز ہے' اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔''

پھر میں چلی گئی اور اپنے بستر پر پہلو کے بل لیٹ گئی۔ بیٹھے ہوئے تینوں حضرات خاموش ہو گئے' نطق کے لیے کوئی بات باقی نہ تھی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ کیفیت طاری ہونے لگی جو وحی کے نزول کے وقت ہوا کرتی تھی' جب حالت درست ہوئی' آپ مسکرائے اور فرمایا۔ ''اے عائشہ! مبارک ہو' اللہ تعالیٰ نے تجھے بے گناہ قرار دے دیا ہے۔''

ام رومان نے کہا: ''اے عائشہ! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جا۔''
''میں کسی کے پاس نہ جاؤں گی' میں تو اللہ ہی کی تعریف کروں گی جس نے

besturdubooks.wordpress.com

مجھے بے گناہ قرار دیا ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔

پھر حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو ''آیات افک''[1] پڑھ کر سنائیں۔

اس عظیم شوہر نے اپنی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس معاملہ میں ہمارے لیے عظیم مثال قائم کی ہے...... انہوں نے پھیلائی ہوئی بات کو سنا...... لیکن کوئی عملی قدم نہ اٹھایا...... اور جو بات سنی تھی اسے کسی حکمت اور معاملہ کی اصلاح کے لیے ظاہر نہ فرمایا' اور ہمارے لیے اس قسم کے مسائل میں پیش آنے والی صورتحال کے بارے میں ایک عملی سبق چھوڑا' اور ہمیں اس بات کا درس دیا کہ ہم اس قسم کے معاملات میں طیش میں آ کر تعلق ختم کرنے میں جلدی نہ کریں' اپنی آتش غضب کو ہوا نہ دیں' جاہلانہ حمیت کے ہاتھوں شکار ہو کر بد زبانی اور بدگمانی نہ کریں' کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری زندگی جہنم بن جائے' اور ہم اپنے کیے پر پچھتانے کے سوا کچھ نہ کر سکیں۔

حضور ﷺ نے اپنی ازواج کے ساتھ نرمی' محبت' بھلائی' بردباری اور سمجھداری کا جو معاملہ فرمایا وہ ہمارے لیے قابل اتباع ہے کہ ان امور کے ذریعہ ہی پوشیدہ چیزیں واضح ہو سکتی ہیں اور ہم حقیقت تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

حضور ﷺ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے محبت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی محبوب ترین اور عزیز تر بیوی تھیں' حضور ﷺ چاہتے تھے کہ تمام ازواج ان کے نزدیک برابر ہوں' لیکن آپ اپنے قلبی میلان پر قابو نہ رکھتے تھے' لہٰذا اس پر استغفار کیا کرتے تھے اور فرماتے:

''اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے اس چیز میں جس پر میں قادر ہوں' آپ مجھ سے

---

[1] آیات افک سورۂ نور میں آیت :۱۱ تا آیت :۲۶ تک ہیں اور واقعہ افک بخاری رحمۃ اللہ علیہ' مسلمؒ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ بخاری (۶/ ۱۲۶) ومسلم: التوبۃ (۵۶) واحمد (۶/ ۱۰۳' ۱۹۷' ۵۱۱)

besturdubooks.wordpress.com

اس چیز میں مواخذہ نہ فرمائیں جس پر میں قادر نہیں۔''[۱]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے کاموں میں اپنی ازواج کا ہاتھ بٹاتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے: ''تیرا اپنی بیوی کی خدمت کرنا صدقہ کے حکم میں ہے۔''[۲]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر روز اپنی ازواج سے ملاقات فرماتے اور ان کی دل جوئی کیا کرتے تھے اور ان سے گفتگو فرماتے تھے اور ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملاقات فرمایا کرتے تھے' ان سے اظہار محبت فرماتے' ان کی باتوں کو توجہ سے سنتے اور قول و عمل میں ان کے ساتھ نرمی فرماتے۔

لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرض لاحق ہوا' آپ اپنی عادت شریفہ کے مطابق روزانہ ان کی زیارت پر قادر نہ ہوئے تو ازواج کو بلوایا اور ان سے پوچھا۔ ''آئندہ کل میں کہاں رہوں گا؟ آئندہ کل میں کہاں رہوں گا؟''[۳] یہ بات اس لیے فرمائی تاکہ وہ جواب میں کہیں کہ ''عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہوں گے۔'' ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادہ کو سمجھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات میں رغبت تھی کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اقامت اختیار فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ بات جائز تھی کہ بغیر کسی کی اجازت کے جہاں چاہتے مرض کی حالت میں اقامت اختیار فرماتے' لیکن ادب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پوری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر رہا۔ یہاں تک آخری وقت میں بھی ازواج کی ہمدردی اور خیر خواہی کا خیال دامن گیر رہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند لمحات باقی تھے' ازواج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد جمع تھیں' حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کافی دیر تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کا دیدار کیا' پھر

---

۱ اخرجہ الترمذی (۱۱۴۰)

۲ کنز العمال (۴۵۱۳۸)

۳ البخاری (۲/۱۲۸)' (۵/۳۷)' (۶/۱۶)' (۷/۴۴)' مسلم: فضائل الصحابۃ (۸۴)

besturdubooks.wordpress.com

پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں اور عرض کیا:

''جو تکلیف آپ کو لاحق ہوئی ہے' کاش! آپ کی جگہ مجھے پہنچ جاتی۔''

باقی زوجات ذو معنی نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں' تو حضور ﷺ سے ان سے فرمایا: ''تم سب کلی کرو۔'' انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔ ''کس وجہ سے؟''۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''تم نے اس کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا حالانکہ خدا کی قسم وہ سچی ہے۔''

حضور ﷺ کا اپنی زوجات کے ساتھ طرز عمل تمام لوگوں کے لیے اپنی بیویوں کے ساتھ حسن معاملہ میں ایک روشن مثال اور اسوہ حسنہ ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک والد کی حیثیت سے

سب سے پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لے پالک (منہ بولا بیٹا) کے والد کی حیثیت سے معروف ہیں۔ جو اسلام سے قبل آپ علیہ السلام کی پرورش میں آیا۔

اس لے پالکی کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ زید بن حارثہ بن شرجیل رضی اللہ عنہ آٹھ سال کی عمر میں اپنے قبیلہ بنو کلب سے بہت دور اپنی والدہ کے ساتھ اپنے ماموں کے ہاں جا رہے تھے کہ اچانک راستہ میں ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور انہیں اغوا کر لیا، بازار میں حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے انہیں خرید لیا۔ جب حکیم بن حزام نے محسوس کیا کہ ان کی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس نوعمر غلام کو خریدنا چاہتی ہیں تو حضرت حکیم نے وہ غلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ہدیہ کر دیا...... لیکن جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ ان کے خاوند محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بچہ کو اپنے کئی کاموں میں بطور خادم کے استعمال فرما رہے ہیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ نوعمر بچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیہ کر دیا' لہٰذا حضرت زید رضی اللہ عنہ عام لوگوں کے غلاموں کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے۔

ادھر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد ابو زید ان کی گمشدگی پر انتہائی پریشان اور غمزدہ تھے' اور ان کی گمشدگی پر روتے اور انتہائی دردمندی کا اظہار فرماتے' ان کے دکھ کا حال مندرجہ اشعار سے معلوم ہو سکتا ہے۔[1]

بکیت علی زید ولم ادر مافعل   احی فیرجی ام اتی دونہ الأجل

فو اللہ ما ادری وانی لسائل   اغالک بعدی السھل اما غالک الجبل

تذکرنیہ الشمس عند طلوعھا   وتعرض ذکراہ اذا غربھا افل

سأعمل نص العیش فی الارض جاھدًا   ولا اسأم التطواف اوتسأم الابل

''میں زید کی جدائی میں رو رہا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ اس کا کیا بنا، آیا وہ

---

[1] الشعر فی السیرۃ النبویۃ لابن ھشام (ج ۱ ص ۲۶۵) دار احیاء التراث۔ بیروت

besturdubooks.wordpress.com

زندہ ہے کہ اس کے آنے کی امید کی جائے یا اس کا انتقال ہو جا چکا ہے خدا کی قسم میں نہیں جانتا بلکہ میں سوال کرنے والا ہوں کہ میرے بعد تجھے کس نرم زمین نے ہلاک کر دیا یا پہاڑ نے ہلاک کر دیا۔ سورج اپنے طلوع و غروب کے وقت ہمیں تیری ہی یاد دلاتا ہے میں باقی زندگی زمین پر تیری تلاش میں جدوجہد کرتے ہوئے گزار دوں گا میں چکر لگانے سے بیزار نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اونٹ بیزار ہو جائیں۔''

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلبی تعلق

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد انہیں دور دراز کے علاقوں میں تلاش کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ مکہ میں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہیں۔ یہ واقعہ بعثت سے پہلے کا ہے...... جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد نے انہیں طلب کیا اور ان کے حصول کے لیے ہر چیز قربان کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو اختیار دے دیا کہ چاہیں تو اپنے والد کے ساتھ چلے جائیں اور اگر چاہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ٹھہر جائیں اور فرمایا: ''اگر تم چاہو تو میرے پاس ٹھہر جاؤ اور اگر چاہو تو اپنے والد کے ساتھ چلے جاؤ۔''

''میں چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی رہوں۔'' حضرت زید رضی اللہ عنہ گویا ہوئے۔ ان کے والد کو اس پر بڑا تعجب ہوا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ملامت کرنے لگے اور کہا:

''اے زید! تو غلامی کو اپنے والدین پر ترجیح دیتا ہے؟''

''میں نے اس آدمی میں ایسی خصوصیات دیکھی ہیں جن کی بنا پر میں ان سے جدائی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے ساتھ لیا اور قریش کی ایک جماعت میں جا کر اعلان فرمایا:

besturdubooks.wordpress.com

''تم سب گواہ رہو کہ یہ میرا بیٹا ہے جو میرا وارث ہے اور میں اس کا وارث ہوں۔''[1]

حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد نے اس منظر کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور انہیں ''زید بن محمد'' کہہ کر پکارا' یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے جس کی وجہ سے نبوت سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی سربلندی اور شفقت کی امتیازی خصوصیت آشکارا ہوتی ہے جو ایک باپ کی صفت ہے۔

جب منہ بولے بیٹوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا:

﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ﴾

(سورۃ الاحزاب: ۵)

''انہیں ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارو اللہ کے ہاں یہی پورا انصاف ہے' سو اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور دوست ہیں۔''

اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کے اصل باپ کے نام کی طرف لوٹا دیا۔ (یعنی ''زید بن محمد'' کے بجائے ''زید بن حارثہ'' کہہ کر پکارنا شروع کر دیا) لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ کے راستہ میں جام شہادت نوش کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی اولاد پر شفقت و عنایت

جب اسلام کا زمانہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابوّت تمام مسلمانوں کو شامل ہوگئی اور تمام مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی اولاد قرار دیا گیا۔ مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے محبت اور رعایت کو حاصل کیا' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ذمہ دار قرار پائے اور مسلمانوں کے لیے ان کے نفوس سے بھی زیادہ قریب تر اور عزیز تر قرار دیئے گئے' یہ

---

[1] طبقات ابن سعد (۳/۲۸)

besturdubooks.wordpress.com

بات ہمیں اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتی ہے۔

﴿النَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا اِلٰى اَوْلِيَائِكُمْ مَّعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوْرًا﴾

(سورۃ الاحزاب: ٦)

''نبی مسلمانوں کے معاملہ میں ان سے بھی زیادہ دخل دینے کا حقدار ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک کرنا چاہو یہ بات لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ولایت اور ابوّت کا نتیجہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قرضوں کو ادا کیا کرتے تھے اور ان کے ہونہار افراد کی شادیاں کروایا کرتے تھے اور انہیں ہدایت اور خیر کا رستہ دکھایا کرتے تھے اور انہیں حق اور درستگی کا راستہ سمجھایا کرتے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''میں مومنین کے لیے ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر ہوں' جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر قرضہ ہو تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جو وہ مال چھوڑے تو اس کے ورثاء کے لیے ہے۔''[1]

یہ روحانی ابوّت و پدرانہ شفقت تھی۔ جو ایسی صفت تھی جس کے ساتھ رسول اللہ موصوف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نفس انسانی کی تمام جوانب کا احاطہ کیے ہوئے تھے اور لوگوں کے اختلاف درجات و عادات اور ان کے طرز کے مطابق ان سے معاملات کے طور طریقوں سے واقف تھے۔ لہٰذا وہ اس بات کے لائق تھے کہ انہیں تمام مخلوق کا باپ قرار دیا جائے۔

---

[1] البخاری (۱۲۸/۳)

besturdubooks.wordpress.com

خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہند کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانوسیت:

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابقہ شوہر سے ایک بیٹے تھے، جن کا نام ''ہند'' تھا، جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو وہ نوعمر تھے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں جب بھی گفتگو کرتے خواہ رسالت سے پہلے ہو یا رسالت کے بعد وہ کہا کرتے تھے کہ ''میرے والد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔'' اس کی وجہ یہ تھی کہ ہند نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسی محبت، شفقت اور ہمدردی دیکھی تھی جو صرف باپ کی طرف سے ہی میسر ہو سکتی ہے۔

اس موقع پر ایک اشکال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ (الاحزاب: ۴۰)

''محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔''

تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو والد کہنے کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت مبارکہ ایک خاص حالت میں نازل ہوئی ہے، اور وہ خاص حالت زید بن حارثہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا قرار دیا جانا تھا، جسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے یعنی لے پالک، اور یہ اس وجہ سے تھا کہ کوئی شخص اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں کر سکتا تھا، اور جب وحی کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، سے نکاح کر لیں، حالانکہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے۔ پھر جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی عدت گزر گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرما لیا۔ تو چند نو مسلم حضرات نے کہا:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا.....''

لہٰذا اللہ رب العزت نے اس بات کو وضاحت اور تاکید کے ساتھ بیان فرما دیا کہ زید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی بیٹے نہیں اور اسلام نے لے پالک اولاد کے حکم کو باطل قرار دے دیا، پس مذکورہ آیت اس خاص حالت کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

besturdubooks.wordpress.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی اولاد کا اجمالی تعارف

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی ابوّت جو آپ کی حقیقی اولاد کے لیے تھی' آپ علیہ السلام اس صفت ابوّت میں بھی نرمی' شفقت اور محبت جیسی کامل صفات انسانیہ کے ساتھ متصف تھے۔

باپ اپنی اس اولاد سے بہت خوش ہوتا ہے جن میں اپنی نسل اور خاندان کی بقاء کو محسوس کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اولاد کی زندگی میں جو شدید خوشی اور ان کی وفات پر جو شدید غم تھا تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں' کیونکہ انسانی طبیعت میں اس بات کا میلان ہے کہ وہ اپنے پیچھے ایسی اولاد اور نسل چھوڑے جن کے ذریعہ اس کا نسب باقی رہے۔ اس کی نیابت قائم ہو اور ان کے ذریعہ وہ فخر کر سکے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اس اولاد سے بہت محبت کرتے تھے جو حضرت خدیجہؓ سے ہوئی' ان میں سے ایک بیٹے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھے' انہیں کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''ابو القاسم'' کہا جاتا ہے' لیکن حضرت قاسم کا انتقال نو عمری کی حالت میں ہی ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاسم رضی اللہ عنہ کی وفات پر اپنے شدید غم کے باوجود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رحمت و شفقت فرماتے ہوئے انہیں تسلی دی۔

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ نے اپنے غم و الم کو چھپایا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تسلی دی' جو اس بات کی شدید تمنا رکھتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ان کی کوکھ سے جنم لے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بیٹیوں حضرت زینب' حضرت رقیہ' حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن کی وفات کا بہت رنج ہوا لیکن آپ اللہ کے فیصلہ پر راضی رہے اور حرف شکایت مبارک لبوں پر نہ آنے دیا۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحمل و بردباری

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد بہت سی عورتوں سے

---

[1] عبقریۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' للعقاد (۲۱۱)

besturdubooks.wordpress.com

شادی کی، لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ حضرت ماریہ مصریہ رضی اللہ عنہا آئیں اور ان کے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر بہت خوش ہوئے اور بچہ کا نام اپنے جد کبیر کے نام پر ''ابراہیم'' رکھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امید تھی کہ اس بچہ کے ذریعہ آپ کی نسل آگے بڑھے گی، جیسا کہ ان کے دادا حضرت ابراہیم کی نسل آگے بڑھی۔ لیکن یہ درخت بھی پھل آور نہ ہوسکا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لخت جگر دنیا سے صرف آٹھ ماہ کی عمر میں مدت رضاعت سے پہلے رخصت ہوگیا۔

آپ علیہ السلام اس اچانک جگر پھاڑ دینے والی خبر پر تحمل نہ کرسکے اور مہربان غمناک باپ نے اپنے صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھے اپنے بچہ کو گود میں اٹھائے ہوئے پہاڑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا:

''اے پہاڑ! جو مصیبت مجھے پہنچی ہے اگر تجھے پہنچتی تو تیرے ٹکڑے ہو جاتے لیکن ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے موتی ٹپکنے لگے تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے چیخ ماری، تو غمزدہ والد گویا ہوئے:

''رونا تو رحمت کی وجہ سے ہے اور چیخ و پکار شیطان کی طرف سے ہے۔''[1]

ابراہیم علیہ السلام تو دفن ہو گئے ...... لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد قیامت تک باقی رہے گی اور ہر چھوٹا بڑا انسان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی اولاد میں شامل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سجدے کبھی لمبے ہوجاتے، حضور کا نواسہ سجدہ کی حالت میں آپ کی کمر پر سوار ہو جاتا، آپ صبر فرماتے اور سجدہ کو لمبا کر دیتے، جب آپ سے سجدہ کو لمبا کرنے کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''میرا بچہ مجھ پر سوار ہو گیا تھا، مجھ یہ بات پسند نہ تھی کہ میں جلدی کروں۔''[2]

اے انسانیت کے سردار اور کامل پدرانہ خصوصیات والے اللہ آپ پر رحمت و برکات نازل فرمائے۔

---

۱ عبقریۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم للعقاد (۲۱۱)

۲ البیہقی (۲، ۲۶۳)

besturdubooks.wordpress.com

﴿اولاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مائیں﴾

۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

۲۔ حضرت ماریہ مصریہ رضی اللہ عنہا

﴿سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا﴾

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خاندان

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی تھیں، آپ کے والد کا نام ''خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ'' تھا۔ عبدالعزیٰ، عبد مناف کے بھائی تھے اور عبد مناف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں سے تھے۔ عبدالعزیٰ اور عبد مناف کے والد ''قصی بن کلاب'' تھے، لہٰذا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد زمانہ جاہلیت میں عربوں کے سپہ سالاروں میں سے تھے، انہوں نے ''حرب فجار'' نامی لڑائی میں بھی قیادت کی تھی، اور جب ''تبع'' حجر اسود کو اکھیڑ کر یمن لے گیا تھا تو اس کی بازیابی میں خویلد نے بڑی جدوجہد اور کوشش کی تھی۔

خویلد کی بہت سی اولاد تھی، ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اس کے علاوہ ہالہ ام ابی العاص، رقیقہ ام امیمہ بنت بجاد، حزام اور نوفل ہیں جو کہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ''فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم بن عاصم بن لوی'' ہے اور ان کی نانی کا نام ''ھالہ بنت عبد مناف'' ہے۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت خدیجہؓ کے آباؤ اجداد حسب ونسب کے اعتبار سے قریش کے سرآوردہ لوگوں میں سے تھے۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ابتدائی زندگی اور نشوونما

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایسے کھاتے پیتے گھرانے میں پرورش پائی جو اپنی عمدہ عادات' دینداری میں مشہور تھا اور ان لغویات اور فضولیات سے دور تھا جو عام قریشی گھرانوں میں سرایت کر چکی تھیں۔

تاریخ کی کتابوں میں حضرت خدیجہؓ کے بچپن کے حالات کا تذکرہ نہیں ملتا' لیکن ہم اتنی بات ضرور کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بچپن کا ابتدائی حصہ نعمتوں سے بھرپور مالدار گھرانہ میں گزارا۔ زندگی کی تمام سہولیات انہیں میسر تھیں' وہ لوگ بھوکوں کو کھانا کھلانے اور محتاج و نادار لوگوں کی مدد کرنے کے اعتبار سے مشہور تھے۔

اللہ رب العزت نے اپنی عنایت خاصہ اور حکمت بالغہ کے پیش نظر بچپن ہی سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نگرانی وتربیت فرمائی' کیونکہ وہ ام المومنین کا درجہ حاصل کرنے والی تھیں' اور ہر عورت اس قابل نہیں ہوتی کہ وہ ام المومنین بن سکے۔

اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور خصوصی توجہ نے پیدائش کے بعد سے نشوونما تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حفاظت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک خصوصی مقام عطا کرنے کے لیے چن لیا تھا' کیونکہ تمام ازواج مطہرات کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اسی خاتون کو قبول فرماتے تھے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور رہنمائی ہوتی تھی' خواہ کوئی عورت کتنے ہی اونچے درجہ کی کیوں نہ ہو بغیر حکم الٰہی کے اسے قبول نہیں فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَحۡلَلۡنَا لَكَ اَزۡوَاجَكَ الّٰتِىۡۤ اٰتَيۡتَ اُجُوۡرَهُنَّ﴾ (سورۃ الاحزاب: ۵۰)

besturdubooks.wordpress.com

''اے نبی ہم نے آپ کے لیے آپ کی بیویاں حلال کر دیں جن کے آپ مہر ادا کر چکے ہیں۔''

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ﴾ (سورۃ الاحزاب: ۵۲)

''اس کے بعد آپ کے لیے عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ آپ ان سے اور عورتیں تبدیل کریں۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولین ازدواجی زندگی

قریش کے اعلیٰ خاندانوں میں یہ دستور تھا کہ وہ جوان ہوتے ہی لڑکی کی شادی کر دیا کرتے تھے۔ جونہی اس کی عمر دس سال سے زیادہ ہوتی' اس کے لیے رشتے آنا شروع ہو جاتے' اعلیٰ خاندانوں میں رشتہ مانگنے کی جرأت وہی شخص کر سکتا تھا جو خود بھی اعلیٰ حسب ونسب کا حامل ہو۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر جونہی دس سال سے زیادہ ہوئی' عتیق بن عابد مخزومی سے ان کا نکاح ہو گیا...... اور ان کے ہاں عبداللہ نامی بچہ کی پیدائش ہوئی...... پھر عتیق بن عابد کا انتقال ہو گیا' ابھی ان کی بیوگی کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ انہیں ابو ہالہ ہند بن زرارہ بن النباش تمیمی نے پیغام نکاح بھیجا' ہند بن ہالہ سے ان کے ہاں دو لڑکے ''ہند'' اور ''حارث'' اور ایک لڑکی ''زینب'' پیدا ہوئی۔[1]

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے نکاح ہوا تو عبداللہ بن عتیق کی عمر دس سال سے زائد تھی۔ اور ہند اور دوسرے بچے ابھی دور طفولیت ہی میں تھے'

---

[1] یہ ابن حزم کی روایت ہیں' ابن حزم واقعات اور تاریخ نقل کرنے میں انتہائی گہری نظر وفکر اور دقت نظر میں معروف ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

یہ سارے بچے محمد ﷺ سے محبت والفت اور پدرانہ ہمدردیاں محسوس کرتے تھے، جنہوں نے ہند بن بن زرارہ کو اتنا متاثر کیا کہ وہ جب حضور ﷺ کے متعلق گفتگو کرتے تو یوں کہے۔ ''میرے والد محمد ﷺ ہیں''[1]

بچوں کی تربیت اور تجارت کی ذمہ داریاں

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے دوسرے خاوند ابو ہالہ نباش کی وفات کے بعد اپنے بچوں کی تربیت کی واحد نگران تھیں۔ بچوں کی دیکھ بھال، پرورش اور تعلیم و تربیت انہی کے ذمہ تھی، اس عظیم خاتون کے زیر نگرانی بچوں نے اچھی تربیت پائی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود کو بچوں کے لیے فارغ کر دیا تھا، اور شادی سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، انہیں کئی قریشی سرداروں نے پیغام نکاح بھیجا لیکن انہوں نے سب کو انکار کر دیا، اور کسی سے رضامندی کا اظہار نہیں کیا اور خود کو بچوں کی تربیت میں مشغول رکھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے فارغ اوقات کو اپنے مال کثیر کے ذریعہ تجارت کروانے میں صرف کرتی تھیں، وہ اپنے مال تجارت کو ان قافلوں میں روانہ کرتیں جو تجارت کے لیے مکہ سے جایا کرتے تھے اور وہ ان قریشی لوگوں پر نگاہ رکھتی تھیں جو قافلہ کے ساتھ تجارت کے لیے جایا کرتے تھے تاکہ انہیں امانت دار اور کھرا آدمی میسر ہو سکے، اس سلسلہ میں وہ اکثر اپنے بھتیجے حزام (جو حکیم کے نام سے معروف تھے) سے مدد لیا کرتی تھیں، وہ ایک انتہائی ذہین آدمی تھے اور اپنی قوم میں ان کا ایک بلند مقام تھا۔ ان کی تجارت بڑی وسیع تھی، ان کے قافلے جزیرہ عرب کے اندر اور باہر شام اور ایران وغیرہ میں مال تجارت کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے، حزام اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

---

[1] جوامع السیر، لابن حزم (ص ۳۰) طبعة باکستان، تحقیق الدکتور احسان عباس، والدکتور ناصر الدین الاسد ومراجعة احمد محمد شاکر، ووافق هذه الروایة الطبری فی تاریخه (ج ۳ ص ۱۷۵) والسمط الثمین (۱۳) و عیون الاثر (ج ا ص ۵۱)

besturdubooks.wordpress.com

سے بہت محبت کرتے تھے۔ اکثر ان کے گھر جایا کرتے تھے۔ رائے اور عمل میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ یاد رہے کہ یہ حکیم وہی شخص ہے جس نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بطور ہدیہ پیش کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شخصیت میں نہ جانے کیا تاثیر تھی کہ جس شخص کو وہ اجرت پر بطور تاجر کے رکھتی تھیں وہ اپنے عمل میں امانتداری' سچائی اور اخلاص کو اپنانے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی وسیع وعریض تجارت اور بے شمار منافع کے باوجود کسی موقع پر تجارت کی غرض سے باہر نہ نکلیں اور نہ انہیں تاجروں سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا گیا' وہ کسی ایسے شخص کو مقرر کر دیتی تھیں جو انہیں تجارتی امور سے بے نیاز کر دیتا' اور ہم بھی دیکھتے ہیں کہ وہ ہمہ تن گوش ہو کر مکمل طور پر تجارتی امور میں مصروف نہ ہوتیں اور نہ ہر وقت اپنے دل و دماغ میں تجارتی افکار کو غلبہ دیتی' گویا کہ وہ ان چیزوں سے بہت مطمئن تھیں۔ ان کا دل و عقل ایک روحانی امر کے بارے میں غور و فکر کرنے میں مصروف تھے جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا' اس بات کی دلیل یہ ہے کہ محض انہوں نے اپنے خاوند محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں علامات نبوت کو دیکھ کر سب کچھ چھوڑ دیا اور وہ ان چیزوں سے الگ ہو گئی تھیں جب وہ پختہ ایمان باللہ میں زندگی گزارنے لگیں تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بتوں سے بیزاری اور توحید سے مانوسیت

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ایک عظیم کام نے مصروف کر رکھا تھا۔ وہ نہ بتوں کی عبادت کرتی تھیں اور نہ ہی کھڑے ہو کر انہیں دیکھنا پسند کرتی تھیں' ان کے بعض مقربین نے انہیں اس بات کی ترغیب بھی دی کہ وہ اپنے گھر میں بت رکھ لیں یا وہ

besturdubooks.wordpress.com

مورتیاں رکھ لیں جن کی اہل مکہ تقدیس و پرستش کیا کرتے تھے لیکن وہ انہیں مذاق اور تمسخر یہ کے انداز میں مسکرا کر رد کر دیا کرتی تھیں کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ ان معبودوں کی حیثیت کیا ہے؟ اور انہیں علم تھا کہ یہ نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پر قادر ہیں۔

کئی مرتبہ انہوں نے اپنے بھتیجے حکیم بن حزام کو بتوں کے قریب جانے سے روکا اور انہیں اس بات کی ترغیب دی کہ وہ اپنے مال کو اللہ کو خوش کرنے کے لیے مسکینوں' غریبوں اور ناداروں کو عطا کریں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کتب سماوی کو سن کر بہت زیادہ فرحت و سرور اور اطمینان و تسلی محسوس کرتیں' جب ان کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل انہیں تورات اور انجیل پڑھ کر سناتے تو وہ جھوم جاتیں ورقہ بن نوفل جب انہیں اس نبی عربی ﷺ کے بارے میں بتاتے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجنا تھا' اور اپنی قوم کے ساتھ لمبے جھگڑے کے بعد دین کو غلبہ عطا ہوتا تھا' تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کافی دیر تک خاموشی کے ساتھ ان کی باتوں کو سماعت کرتیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا دیدار کریں' اور وہ یہ بھی چاہتی تھیں کہ انہیں اس نبی عربی ﷺ کی اتباع نصیب ہو' اور یہ اس کی نصرت کے راستہ میں اپنی ہر چیز نچھاور کر دیں' شاید کہ ان کے صاف و شفاف ذہن میں اس کامل انسان کی صورت کا نقشہ ابھر رہا تھا۔ جس صورت میں خالق تعالیٰ نے بغیر نمونہ کے اسے نقش عطا فرمائے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے اولین معاملہ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی مبارک تجارت مال کثیر اور خیر عمیم کا ذریعہ تھی' ان کی مہمان نوازی کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا' رشتہ دار' عزیز و اقرباء' مسافر اور ان کی سہیلیاں سیدہ کی ضیافت سے نفع حاصل کرتے تھے' وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتیں'

besturdubooks.wordpress.com

ناداروں کو کپڑے پہناتیں، فقیروں کی مدد کرتیں، اکثر اوقات ان کی رشتہ دار بچیاں ان کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ سیدہ کی ہمنشینی اختیار کرتیں اور ان کی خیرات سے وافر حصہ وصول کرتیں اور کعبہ روانگی اور وہاں سے لوٹتے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہتیں، اور ان کے آگے پیچھے چلا کرتی تھیں، گویا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک بے تاج ملکہ تھیں۔ مشکلات میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا اور الجھنوں کو ان کی پختہ رائے سے حل کیا جاتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب پر یہ ساری باتیں پوشیدہ یا مخفی نہ تھیں اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھی کام کی ضرورت ہے اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اس سلسلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرسکتی ہیں، ابو طالب اس بات کو اپنے بھتیجے کے سامنے بیان کرنا چاہ رہے تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا ابو طالب کے پاس تشریف لائے۔ ابو طالب اور اپنی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کو سلام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خندہ پیشانی کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا۔ ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ ''اے محمد! میں تو ایک نادار آدمی ہوں، میرے حالات بڑے سخت ہیں، ہم پر بڑی تنگی کے سال گزرے ہیں، خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا آپ کی قوم کے لوگوں کو قافلہ میں بھیجتی ہے، وہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس کے مال میں تجارت کرتے ہیں اور خود بھی نفع حاصل کرتے ہیں، اگر آپ ان کے پاس جائیں اور خود کو ان کے حوالہ کریں تو وہ یقیناً آپ کو فوراً نہ صرف قبول کریں گی بلکہ آپ کو دوسرے لوگوں پر ترجیح بھی دیں گی کیونکہ آپ کی صداقت اور پاکیزگی کے بارے میں انہیں علم ہے۔''[1]

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کے لیے اپنے چچا سے اجازت طلب کی۔ ابو طالب نے اجازت دے دی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانے

---

[1] سبیل الھدیٰ والرشاد (ج ۲ ص ۲۱۴)

besturdubooks.wordpress.com

کے بعد اپنی ''نبعہ'' نامی باندھی کو ان کے پیچھے بھیجا' ابو طالب اس بارے میں بہت مضطرب اور بے تاب تھے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے جواب اور اپنے بھتیجے کی ان سے ملاقات کا حال معلوم کریں۔ نبعہ اپنے آقا کے لیے خوشی کا پیغام لے کر آئی اور ابو طالب کو بتایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بڑی خندہ پیشانی سے محمد ﷺ کا استقبال کیا ہے' یہ سن کر مضطرب ابو طالب میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور وہ محمد ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے سلسلہ میں مطمئن ہو گئے۔

عاتکہ بن عبدالمطلب جو ابو طالب کی بہن تھیں اور حضور ﷺ کی پھوپھی تھیں' وہ ابو طالب کے پاس موجود تھیں' انہوں نے ابو طالب اور محمد ﷺ کی باہمی گفتگو اور نبعہ کی خبر بھی سنی تھی' وہ چاہتی تھیں کہ حضور ﷺ کے متعلق خود جا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رائے معلوم کریں' چنانچہ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچیں' عاتکہ بنت عبدالمطلب کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر آنا کوئی عجیب بات نہ تھی کیونکہ ان کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مضبوط رشتہ تھا' وہ اس طرح کہ عاتکہ' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عوام بن خویلد کی بیوی صفیہ کی بہن تھیں' جب وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچی اور انہیں حضور ﷺ اور ابو طالب کی باہم گفتگو اور نبعہ کے پیغام کے متعلق ساری بات بتائی' ابھی عاتکہ نے اپنی بات مکمل کی ہی تھی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اظہار افسوس کیا اور خواہش کی کہ کاش یہ بات انہیں پہلے معلوم ہو جاتی اور کہا:

''میں پہلے نہ جانتی تھی کہ وہ اس پیشہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔''[1]

حضور ﷺ کے احوال عملی طور پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ظاہر ہونا شروع ہو گئے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو ان کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب کے ہاں دیکھا اور لوگوں کی محافل و مجالس میں ہونے والے پاکیزہ

---

[1] سبیل الھدی والرشاد (ج ۲ ص ۲۱۴)

besturdubooks.wordpress.com

تذکرہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سن رکھا تھا۔ اس سیرت طیبہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت بٹھا دی۔ اگر تاریخی واقعات (جو اس مذکورہ بات کی تائید کرتے ہیں) موجود نہ بھی ہوں تب بھی ایسے دلائل وشواہد موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل و شمائل اور محاسن وصفات نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا تھا' یہاں تک وہ اس بات کی خواہش مند تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا نکاح ہو جائے۔ مکہ کا معاشرہ اتنا وسیع وعریض اور کثرت پر مشتمل نہ تھا کہ لوگوں کی باتیں پوشیدہ رہیں' بلکہ وہاں تو ایک محدود سی زندگی تھی۔ ہر شخص دوسروں کو جانتا تھا۔ خاص طور پر یہ وجہ بھی تھی کہ وہ سب لوگ ایک ہی نسل سے متعلق تھے اور سب آپس میں رشتہ دار اور میل جول والے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام دے کر اپنے ہاں تشریف آوری کی دعوت دی تا کہ انہیں ان کی ذمہ داریوں اور معاوضہ پر متفق کر لیں اور ان سے امور تجارت طے کر لیں' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے عرض کیا: ''مجھے جس چیز نے آپ کو بلوانے پر ابھارا ہے وہ آپ کی سچائی' امانتداری اور حسن اخلاق و عادات ہے' اور میں آپ کو دوسرے لوگوں کی بنسبت دوگنا مال عطا کروں گی۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے روانہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے اپنے چچا کے ہاں تشریف لائے اور انہیں ساری بات سے مطلع فرمایا' ابو طالب مسرت و شادابی سے جھوم اٹھے اور آپ کو حوصلہ دیتے ہوئے گویا ہوئے۔

''یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔''[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا تجارتی سفر

محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نئے امر کی تیاری فرمائی' عنقریب وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کے مال میں تجارت کرنے والے تھے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

---

[1] سبیل الھدیٰ والرشاد (ج:۲' ص:۲۱۵)

besturdubooks.wordpress.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے درمیان یہ بات طے ہوئی کہ محمد ﷺ دو اونٹنیوں کے بدلے دو سفر کریں گے۔

پہلا سفر شروع ہوا' یہ سفر ''سوق حباشہ'' کی طرف تھا' مزدور سامان کو تیار کر کے اونٹوں پر لادنے کی تیاری کرنے لگے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا کہ محمد ﷺ آرام سے اپنی جگہ بیٹھ جائیں گے اور مزدوروں کے کام اور ترتیب سے فارغ ہونے کا انتظار کریں گے۔

لیکن کیا دیکھتی ہیں کہ محمد ﷺ مزدوروں کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں' سامان اٹھا رہے ہیں اور ہر چیز کو اس کی مناسب جگہ رکھ رہے ہیں' بوجھ کو ترتیب و تنظیم سے لاد رہے ہیں' کبھی کسی کی مدد کرتے ہیں اور کبھی کسی کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں اور کبھی اونٹ کو تھپکی دیتے ہیں اور کبھی شفقت مہربانی سے اس پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔

پھر محمد ﷺ تہامہ روانگی کے لیے تیار ہو گئے' تاکہ سوق حباشہ پہنچ جائیں۔ سوق حباشہ زمانہ جاہلیت کا آٹھ روزہ بازار تھا' جو تہامہ میں لگتا تھا[1]

حضرت محمد ﷺ نے اپنا مال تجارت فروخت کیا اور خرید و فروخت میں رائج اشیاء کو خریدا' جب بازار کے آٹھ دن پورے ہوئے تو واپس مکہ لوٹ آئے' ان کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا خادم میسرہ بھی تھا۔ جب میسرہ نے محمد ﷺ کے اخلاق و عادات اور سچائی کا مشاہدہ کیا تو اس کے دل میں حضور ﷺ کی محبت اور عظمت گھر کر گئی۔ اور وہ ان کے ہاتھوں کی برکت پر حیران رہ گیا۔ جونہی وہ مکہ واپس پہنچا۔ فوراً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تاکہ انہیں ان حالات سے آگاہ کرے جو اس نے دیکھے اور سنے تھے اور وہ اس عظیم آدمی کی صفات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا۔

ابن زبالہ فرماتے ہیں: ''جب اونٹوں کا قافلہ واپس آیا تو میسرہ نے حضرت

[1] معجم ما استعجم' للبکری (ج:۲' ص:۴۱۸)

besturdubooks.wordpress.com

خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اشارہ کیا کہ ان کی طرف آئیں' تاکہ وہ اس چھوٹے سے بادل کے ٹکڑے کو دیکھ لیں جس نے حضور ﷺ پر سایہ کیا ہوا تھا' اور ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا' یہ دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ حضور ﷺ کو ایک اور اونٹنی کا نوزائیدہ بچہ دیا جائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دل حضور ﷺ کے ساتھ متعلق ہوگیا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمالیا تھا''۔[1]

حضور ﷺ کا دوسرا تجارتی سفر

حضور ﷺ کا سوق حباشہ کی طرف جانا تو محض ایک عنوان تھا' جس سے ان کی ایک خوبی ظاہر ہوئی کہ وہ کام کاج اور تجارت پر قدرت رکھتے ہیں اور اعلیٰ ذہانت کے مالک ہیں' اور اس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو محمد ﷺ کے ان اوصاف کا علم ہوگیا جو وہ پہلے نہ جانتی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو دوسرے سفر کی تیاری کرنے کی فرمائش کی' اس مرتبہ کا سفر شام کی طرف تھا' عرب تاجر سفر شام کو بڑی اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس میں ہر اس چیز کو ساتھ لے جاتے تھے جو زیادہ نفع کا باعث بن سکتی تھی اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ شام میں کس چیز کی مانگ زیادہ ہے۔

جب قافلہ کوچ کرنے کی تیاری کرتا اور اس کے روانہ ہونے کا وقت آتا تو مکہ کے بزرگ اور سردار اپنی عادت اور رواج کے مطابق جانے والوں کو رخصت کرتے...... اس موقع پر بھی حضور ﷺ کے تمام چچا حضرات اور خاص طور پر ابو طالب حضور ﷺ کے قافلہ کو رخصت کرنے اور حوصلہ دینے کے لیے موجود تھے' انہیں خرید و فروخت کے متعلق فنی امور پر مطلع کر رہے' پھر وہ قافلہ ان لوگوں سے ہدایات لینے کے بعد روانہ ہوگیا جنہیں پہلے بھی ان سفروں سے واسطہ پڑ چکا تھا۔

محمد ﷺ محنت اور جدوجہد کے ساتھ عمل میں مصروف رہتے' سامان کو ترتیب

---

[1] (منتخب از واج النبی ﷺ) لابن زبالۃ (ص: ۲۴)

besturdubooks.wordpress.com

سے رکھتے اور تمام چیزوں کی قابل اطمینان نگرانی فرماتے۔

قافلہ شام کے جنوب میں مقام ''بصریٰ'' پہنچ گیا' تاجروں نے اپنے سامان کو بیچنے کے لیے پیش کیا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازار کا دورہ فرمایا تاکہ لوگوں کے احوال معلوم کرلیں' پھر اپنے سامان کو بیچنے کے لیے پیش کیا' اس موقع پر آپ کی خوبیاں اور خرید وفروخت اور لوگوں سے ملاقات میں آپ کی قدرت ظاہر ہوئی' شام کے ایک آدمی کا کسی بات پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اختلاف ہوگیا' اس نے کہا: ''لات اور عزی کی قسم کھا!''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جواب دیا۔ ''میں نے ان کی قسم کبھی نہیں کھائی' میں جب بھی گزرتا ہوں تو ان سے اعراض کرلیتا ہوں۔''

اس آدمی نے کہا: ''تیرا قول ہی معتبر ہے۔''

حضرت خدیجہؓ کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت میں اضافہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارا سامان بیچ دیا اور وہ چیزیں خرید لیں جو اہل مکہ کی ضرورت تھیں اور مکہ واپس جانے کی تیاری فرمائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے قریب ''مرالظہران'' نامی وادی میں پہنچے تو میسرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت چاہی کہ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس جلدی جاکر انہیں سامان' سفر تجارت کے حالات سے آگاہ کرے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف وفضائل' اخلاق ومعاملات اور آپ کے ذریعہ حاصل ہونے والی برکتوں کی نشاندہی کرے۔

جب یہ قافلہ مکہ کے دروازوں پر پہنچا تو لوگ اس کے استقبال کے لیے باہر نکل آئے' عورتیں اپنے اہل واقارب کے دیدار کے لیے گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئیں' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی وادی بطحاء میں موجود اپنے گھر کے بالاخانہ پر تشریف لے گئیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ اونٹ پر سوار دیکھا تو ان کے قلبی لگاؤ میں اور بھی اضافہ ہوا اور ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر ومنزلت بڑھ گئی۔

besturdubooks.wordpress.com

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میسرہ اور دوسرے اہل قافلہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سنا اوران کے اوصاف حمیدہ اور خصائل جمیلہ پر مطلع ہوئیں تو ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت راسخ ہوگئی اور انہیں یہ تمنا ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا رشتہ مضبوط ہو جائے' اور وہ انہیں قریب سے دیکھ سکیں' کیونکہ تجارت کا زمانہ اس تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے کافی نہ تھا وہ تو اب مضبوط تعلق چاہتی تھیں جس کے ذریعہ یہ ان کی شریک حیات بن سکیں' لہٰذا انہوں نے اس مضبوط تعلق کی بنیاد ڈالنے کے لیے غور وفکر کیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ یہ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں اور یہ قرب شادی کے بغیر ممکن نہ تھا۔

کیا قسمت ان کا ساتھ دیتی ہے اور کیا وہ اپنی چاہت کو پورا کرسکتی ہیں؟!!

مستقبل قریب اس سوال کا جواب آشکارا کرنے والا تھا......

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلبی تعلق

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم شباب اپنے عروج کی منزلیں طے کررہا تھا' وہ اللہ کی نگاہ کی حفاظت میں تھے' نظر کو پاکدامن رکھنے والے اور زبان کو لغزشوں سے بچانے والے تھے، صرف وہی گفتگو فرماتے تھے جہاں آپ سے بات کرنے کو چاہا جاتا تھا' جب گفتگو فرماتے تو اس میں کسی انسان کے لیے یہ پہلو نہ ہوتا کہ اپنی کسی ذاتی غرض یا خواہش کی بنا پر یہ بات فرما رہے ہیں' اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی کے معاملہ میں پیش رفت عورتوں کی طرف سے ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے کام کرنے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و عادات اور اوصاف و خصائل نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا تھا اور وہ ایک امید بھری زندگی گزارنے لگی تھیں۔ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاملہ کے دوران آپ کے آداب' نظر' کلام اور تعبیرات کا مشاہدہ کیا تھا اور

besturdubooks.wordpress.com

حضور ﷺ نے ان کے لیے کوئی گنجائش نہ چھوڑی تھی کہ وہ آپ سے نکاح کی خواہش نہ کریں' اس خواہش میں کوئی انوکھا پن اور غرابت تو نہ تھی لیکن انکار کا خوف انہیں کھائے جا رہا تھا' امید بھری زندگی کڑوی حقیقت سے بہت آسان ہوتی ہے' حقائق کے انکشاف سے پہلے غیر واضح امور میں صبر کرنا آسان ہوتا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے نکاح کا ارادہ وکوشش

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس بات کا مضبوط فیصلہ کر چکی تھیں کہ نکاح نہ کریں گی اور انہوں نے قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور مالداروں کو انکار کر دیا تھا اور ان کے پیغام نکاح کو قبول نہ کیا تھا' اور اس سلسلہ میں گفتگو یا سوچنے کی گنجائش نہ چھوڑی تھی اور تمام لوگ ان کے جواب کو سن کر ناامید ہو چکے تھے' اسی وجہ سے ان کے چچا زاد بھائیوں کے دلوں میں ان کے احترام اور مرتبہ میں اضافہ ہو گیا تھا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قریبی رشتہ دار خواتین نے اس بات کو محسوس کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو محمد ﷺ میں رغبت ہے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہؓ کی خواہش تھی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ سے نکاح ہو جائے۔ حضرت ہالہؓ کا گمان تھا کہ جونہی محمد ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی بات کی جائے گی وہ فوراً قبول کر لیں گے۔

حضرت ہالہؓ نے محمد ﷺ کو اپنے ساتھی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا' وہ تیزی سے ان دونوں حضرات کے پیچھے پہنچیں' لیکن محمد ﷺ کے رعب و ہیبت نے انہیں زبان کھولنے سے روک دیا۔ بالآخر انہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آواز دی اور کہا: ''اپنے ساتھی محمد ﷺ سے دریافت کرو کہ کیا اسے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کی رغبت ہے؟''

حضرت ہالہؓ یہ سوچ کر واپس چلی گئیں کہ محمد ﷺ جونہی حضرت عمار رضی اللہ

besturdubooks.wordpress.com

عنہ سے یہ پیغام سنیں گے تو فوراً ان کی بہن کے پاس پہنچ جائیں گے' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں!'' اگرچہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہیں گئے اور اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پہلے کی طرح گزرتی رہی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن حضرت ہالہؓ کو اس طرز عمل پر ملامت کی کہ ''کیا راستہ میں؟ ناواقف اور غیر آدمی سے؟ ناپسندیدہ ترین طریقہ پر اتنا اہم پیغام دینا؟ کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عظیم الشان لوگوں سے اس انداز میں گفتگو کی جاتی ہے؟''

حضرت ہالہؓ خاموش رہیں اور اپنی بہن کو کوئی جواب نہ دیا۔

لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قریبی سہیلی نفیسہ بنت منبہ نے ملامت کے سلسلہ کو منقطع کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا' وہ اس سلسلہ میں حکیمانہ رائے رکھتی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کی طرف جا رہے تھے......نفیسہ کی آواز سنائی دی......آپ ادھر متوجہ ہوئے۔

''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟'' نفیسہ گویا ہوئیں۔

اس سوال سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شادی میں رغبت تھی یا آپ اس سے اعراض کرتے تھے' پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ایک معقول سبب بیان فرمایا تو ان کے لیے مزید سوالوں کی گنجائش نہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا۔ ''میرے پاس کیا ہے جس کے بدلہ میں شادی کروں؟''

یہ جواب سن کر نفیسہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شادی نہ کرنے کا سبب معلوم ہو گیا' لہٰذا وہ فوراً قبولیت کی طرف متوجہ ہوئیں جس سے معاملہ واضح ہو جانا تھا' لہٰذا عرض کیا:

''اگر آپ کے لیے موجودہ مال کافی ہو اور آپ کو مال و جمال' عزت و مرتبہ اور برابری کی عورت کی دعوت دی جائے تو کیا آپ قبول نہ کریں گے؟''

besturdubooks.wordpress.com

''وہ کون ہے؟'' آپ ﷺ نے استفسار فرمایا۔

اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں کسی مخصوص بیوی کا خیال نہ تھا اور نہ ہی وہ کسی خاص موضوع کے لیے کوشش و جدوجہد فرما رہے تھے۔

''خدیجہ'' نفیسہ نے جواب دیا۔

امانت وصداقت کے پیکر کے لبوں کو جنبش ہوئی: ''میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے؟''

نفیسہ نے کہا: ''جب تک آپ راضی ہیں اور موافقت کرتے ہیں تو اس معاملہ کو میں سنبھال لوں گی۔''

سرور دو عالم ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

نفیسہ خوشی و مسرت سے سرشار اپنی عزیز دوست کو مبارکباد دینے پہنچ گئیں۔ ان کا مقصد پورا ہو چکا تھا اور وہ محمد ﷺ کی رضا مندی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نفیسہ کے اس اقدام پر خوشی و فرحت سے لبریز ہوئیں اور اپنی خادمہ کو پیغام دے کر حضور ﷺ کے پاس بھیجا کہ وہ اسی وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائیں۔ حضرت محمد ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان تمام باتوں پر یقین نہ آ رہا تھا' انہوں نے مسرت و فرحت سے سرشار ہو کر محمد ﷺ کا استقبال کیا اور شادی کے معاملہ کو ازسرنو ان کے سامنے رکھا تاکہ ان شیریں کلمات کو اکرم الناس کی زبانی سن لیں۔

''اے محمد! آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا گویا ہوئیں۔

''مجھ سے کون شادی کرے گا؟'' حضور ﷺ نے استفسار فرمایا۔

''میں'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا' ان کے اس جواب کو سن کر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا۔: ''میرے پاس آپ کو دینے کے لیے کیا ہے؟''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''اے میرے چچا کے بیٹے! مجھے آپ

besturdubooks.wordpress.com

کے ساتھ رشتہ داری کی بنا پر رغبت ہے' اور آپ کی قوم میں آپ کا مقام و مرتبہ' آپ کی امانت داری' آپ کا حسن خلق اور سچائی مجھے بہت پسند ہے۔''

محمد ﷺ نے اس پیغام نکاح کو قبول کرلیا تو خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا گویا ہوئیں: ''اپنے چچا کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ جلدی ہمارے پاس تشریف لائیں!''

ابو طالب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کا بھرپور استقبال کیا اور کہا کہ ''آپ میرے چچا کے پاس جائیں اور ان سے کہیں کہ وہ میری شادی آپ کے بھتیجے سے کروا دیں۔'' ابو طالب نے ایسا ہی کیا' پیغام نکاح لے کر گئے اور کہا:

''یہ سب اللہ کی کاریگری ہے۔''

محمد ﷺ اور آپ کے تمام چچا ابو طالب' حمزہ رضی اللہ عنہ' زبیر رضی اللہ عنہ اور غیداق' نیز آپ کے دو دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد سے ملاقات کی' ان کے پاس ان کے چچا زاد ورقہ بن نوفل اور بھتیجے حکیم بن حزام اور قریش کے تمام بڑے بڑے سردار موجود تھے جو اس نکاح بابرکات میں شرکت کے لیے آئے تھے۔

ابو طالب نے کچھ گفتگو کی اور جامع خطبہ پڑھا' پھر ورقہ بن نوفل نے کچھ بات کی...... عمرو بن اسد کھڑے ہوئے اور کہا: ''اے قریش کے سردارو! گواہ رہو کہ میں نے محمد بن عبداللہ کا نکاح کروا دیا۔'' اور اس نکاح پر قریش کے سردار لوگوں کو گواہ بنایا۔

حضرت محمد ﷺ نے دو اونٹ ذبح کیے اور لوگوں کو کھانا کھلایا' چھوٹی بچیوں نے دف بجائے' ابو طالب جو اس موقع پر خوشی و مسرت سے سرشار نظر آرہے تھے' گویا ہوئے:

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے تنگی کو دور کر دیا اور غموں کو زائل کر دیا۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مہر میں بیس اونٹ طے ہوئے' ایک قول کے مطابق ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی انہیں مہر میں ادا کی گئی۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سامنے خصائص نبوت کا ظہور

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمانے کے بعد ان کے گھر منتقل ہو گئے..... حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی خوشیوں سے بھر گئی' ان کا گھر سعادت اور نیک بختی کا مرکز بن گیا..... انہوں نے اپنے سامنے ایک ایسی شخصیت کا وجود پایا جس نے ان کے ذہن سے تفکرات اور اندیشوں کو مٹا دیا۔ اگر اعلیٰ اخلاق اور ان کے حامل لوگوں کا ذکر کیا جائے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی کمال کے رتبہ پر فائز نظر آتے ہیں۔ اگر مردانگی' دانشمندی اور دانائی کا تذکرہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کون ان صفات کا حامل ہوگا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسی مردانہ صفات کا مشاہدہ کیا جو انہوں نے کسی میں نہ دیکھی تھیں اور نہ ہی کبھی ان کے متعلق سنا تھا' درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک امت تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے احساس اور شعور میں یہ یقین اور ایمان بیٹھنے لگا کہ ان کے خاوند ہی اس امت کے نبی ہیں' جن کے متعلق انہوں نے اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل سے سن رکھا ہے' لیکن یہ کب ہوگا؟..... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے رب کے درمیان اتصال کب مکمل ہوگا؟ وہ کون سے خلاف عادت امور ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر ہوں گے؟ یہ ایسے سوالات تھے جن کا جواب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس نہ تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت اور غور و فکر کے لیے خاص انتظام کر رکھا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت کے دوران کوئی ان کے قریب نہ جاتا تھا' اگر کوئی قریب ہوتا تو سکون اور اطمینان محسوس کرتا' اس کے نتیجہ میں گھر جس میں حرکت دن رات جاری رہتی تھی اس قابل محبت شوہر کی وجہ سے اس میں سکون اور اطمینان ہو گیا۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راحت و آرام اور نعمت و آسائش کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ بازار تشریف لے جاتے۔ تجارت کرتے' خرید و فروخت کرتے' پھر منافع لیکر گھر تشریف لے آتے' آپ اکثر اوقات سائب بن ابی سائب صیفی بن عبداللہ بن عمر بن عابد کے ساتھ تجارت میں مشارکت کیا کرتے تھے۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے' پینے اور لباس کا خاص اہتمام کرتی تھیں' وہ جانتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس چیز کو پسند کرتے ہیں اور کس چیز کو ناپسند فرماتے ہیں' وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسا حلال اور طیب کھانا تیار کرتیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند ہوتا اور کوشش کرتیں کہ کھانے میں پیاز' تھوم وغیرہ جیسی ناگوار چیزوں کو کم از کم استعمال کیا جائے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑوں کی صفائی اور پاکیزگی کو پسند فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ لوگوں کے سامنے خوش لباس اور خوش منظر ہو کر تشریف لائیں اور عمدہ خوشبو دار حالت میں لوگوں سے ملاقات کریں' لہٰذا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور کی فرمائش اور چاہت کو پورا کرتی تھیں۔

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا طرز عمل

پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادت کی غرض سے مشغولیت کو ترک کر دیا اور چند راتوں کے لیے غار حراء تشریف لے جانے لگے' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بقدر ضرورت اشیائے خورد و نوش کا انتظام کرتیں اور آپ کے پیچھے ایسے شخص کو روانہ کرتیں جو ان کے شوہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مضطرب کیے بغیر آپ کے حالات کو معلوم کر کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع دیتا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے محبوب شوہر کے ساتھ پیش آنے والے حالات کا مشاہدہ فرما رہی تھیں اور وہ سمجھتی تھیں کہ عنقریب کوئی اہم بات پیش آنے والی ہے' وہ بے چینی سے اس کی منتظر تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غار میں تشریف لے جانے کے بعد طرح طرح کے خیالات میں گم ہو جاتیں۔

آخر کار اللہ کا امر نازل ہوا' امین الوحی جبرائیل کی آمد ہوئی' محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا سے کانپتے ہوئے تشریف لائے اور حکم فرمایا۔ ''مجھے چادر اوڑھا دو' مجھے چادر اوڑھا دو''۔

besturdubooks.wordpress.com

مجھے کمبل دے دو، مجھے کمبل دے دو۔" پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ہمیشہ باقی رہنے والا کلام فرمایا:

"ہرگز نہیں...... خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، غریبوں کی اعانت کرتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں، کمزور کی مدد کرتے ہیں اور مظلوم کی تکلیف دور کرتے ہیں۔[1]

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ میں اپنی گفتگو کو مکمل کیا:

"آپ کو مبارک ہو، ثابت قدم رہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں خدیجہ کی جان ہے کہ مجھے امید ہے کہ آپ ہی اس امت کے نبی ہیں۔"

ورقہ بن نوفل کی تصدیق نبوی

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آرام کی ضرورت ہے اور نیند آپ کی بے چینی کو چین سے بدل دے گی اور غار حرا میں آپ کے ساتھ پیش آنے والے حیرت انگیز واقعہ کی گھبراہٹ کو کم کر دے گی۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل کے پاس چلی گئیں اس حال میں کہ ان کا دل فرحت و شادمانی سے سرشار تھا، کیونکہ آج وہ سب کچھ سچ ہو گیا جسے وہ اپنے دل میں خیال کیا کرتی تھیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ سے مطلع کیا تو ورقہ بن نوفل نے کہا:

"وہ پاک ہے، وہ پاک ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ورقہ کی جان ہے، اے خدیجہ اگر تو مجھ سے سچ بول رہی ہے تو یہ وہی عظیم فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت کے نبی ہیں۔ اے خدیجہ رضی اللہ عنہا

---

[1] البخاری (۱/۳)، (۶/۲۰۲)

besturdubooks.wordpress.com

ان سے کہہ دو کہ ثابت قدمی اختیار کریں۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ورقہ بن نوفل کی گفتگو کا آپ سے تذکرہ کیا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اپنے شوہر کو تسلید ینا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنے خاوند کی سچائی کا پورا یقین تھا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریک حیات بن جانے کے بعد تو شک کی گنجائش ہی نہ تھی' کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت سی صفات نبوت کا مشاہدہ کیا تھا' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے:

''مجھے ڈر ہے کہ میرے پاس آنے والا کوئی جن وغیرہ نہ ہو جس کی پناہ کاہن اختیار کرتے ہیں اور کہیں مجھے کوئی اور چیز تو پیش نہیں آ رہی۔''[1]

اس نوعیت کی صورتحال نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھوڑا سا پریشان کر رکھا تھا' لہٰذا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ارادہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب انور میں آنیوالے ان خیالات و تفکرات کو مٹا دیں اور ان سے وہم دور کریں اور انہیں اس بات کا یقین دلائیں کہ ان کے پاس آنیوالا فرشتہ معزز ہے اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے استفسار کیا: ''اے چچا کے بیٹے! جب وہ فرشتہ آپ کے پاس آئے تو آپ مجھے مطلع کر سکتے ہیں؟''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثبت جواب ارشاد فرمایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''جب وہ آئے تو مجھے ضرور اس کی آمد کی خبر دیجئے۔''

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! جبرائیل آ چکے ہیں۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''اٹھیں اور میری دائیں ران پر بیٹھ جائیں۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''کیا اب آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟''

---

[1] اخرجہ ابن سعد فی طبقات الکبریٰ (۱/۱۵۳) بمعناہ

besturdubooks.wordpress.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاں میں جواب ارشاد فرمایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''اٹھیں اور میری بائیں ران پر بیٹھ جائیں۔'' آپ نے ایسا ہی کیا' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''کیا آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثبت جواب دیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''اب آپ میری گود میں تشریف فرما ہو جائیں۔''

آپ نے ان کی خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے ایسا ہی کیا' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پھر دریافت کیا: ''کیا آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ہاں میں جواب ارشاد فرمایا۔

اب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چہرہ کھول دیا اور دوپٹہ اتار دیا' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا' کیا اب آپ اسے دیکھ رہے ہیں؟'' اب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منفی جواب ارشاد فرمایا۔

جب عورت اپنا سر کھولتی ہے تو فرشتہ چھپ جاتا ہے اور شیطان اپنی جگہ پر ہی رہتا ہے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے خوشی اور مسرت سے سرشار ہو کر عرض کیا:

''آپ کو مبارک ہو' ثابت قدم رہیں' خدا کی قسم! وہ فرشتہ ہے' شیطان نہیں ہے۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلی مسلمان خاتون

اللہ تعالیٰ نے رسالت کی تبلیغ کے لیے اپنے اس قول کو نازل فرمایا:

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ (سورة الشعراء : ۲۱۴)

''آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں۔''

اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔ انہوں نے آپ کے تمام احکامات و تعلیمات کی تصدیق کی۔ آپ کی ہمت افزائی کی اور اہل مکہ کی تکالیف اور کارستانیوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچنے والے

besturdubooks.wordpress.com

دکھ میں تخفیف پیدا کی۔ حضرت خدیجہ حضور ﷺ کی دلجوئی بھی کرتیں ...... آپ کی ہمت افزائی فرماتیں ...... آپ کی تصدیق بھی کرتیں ...... لوگوں کی تکالیف سے لاحق ہونے والے بوجھ کو کم کرنے کا بیڑا بھی اٹھاتیں۔

بنو ہاشم کا بائیکاٹ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قربانیاں

قریش کے لوگوں نے حضور ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کی دشمنی میں حد سے تجاوز کیا اور مشہور مقاطعہ بھی پیش آیا، جب قریش نے تمام مسلمانوں سے قطع تعلقی کا فیصلہ کیا اور ایک دستاویز لکھ کر کعبہ پر لٹکا دی۔ اس دستاویز میں قریش نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ بنی ہاشم کی مخالف کریں، لہٰذا ان کو مکہ سے نکال دیا اور شعب ابی طالب میں رہنے پر مجبور کیا، اس بات پر اتفاق کرلیا کہ ان سے شادی کریں گے نہ ان کی شادی کروائیں گے، نہ ان سے کوئی چیز خریدیں گے نہ بیچیں گے۔ ان سے صلح کریں گے اور نہ ہی ان کے معاملہ میں کوئی نرمی کریں گے، یہاں تک کہ وہ محمد (ﷺ) کو ہمارے کے حوالہ کردیں۔

اس حالت میں اور مسلمانوں کی شعب ابی طالب میں پناہ گزینی کو تین سال کا عرصہ گزر گیا، اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ان لوگوں میں سے تھیں جو سب سے پہلے حضور ﷺ کی معیت میں شعب ابی طالب میں داخل ہوئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی تکالیف اور سختیوں میں شریک رہیں اور ان کے ساتھ زندگی کے دکھ اور تنگیوں کو جھیلنا گوارہ کیا۔

لیکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خاندان والے ابھی تک ایمان نہ لائے تھے، اور انہیں چھوڑا بھی نہ تھا، ابوجہل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام سے ملا، ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا جس نے گندم اٹھا رکھی تھی اور وہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا رہے تھے۔ ابوجہل ان کے پیچھے گیا، ان کو آواز دی اور کہا: ''کیا تو بنی ہاشم کے پاس کھانا لے کر جا رہا ہے؟ ان کے پاس کھانا لے کر نہ جا، ورنہ میں تجھے مکہ میں رسوا کردوں گا۔''

اس موقع پر حکیم بن حزام کے دوست ابوالبختری نے جواب دیا: ''یہ کھانا تو حکیم کی پھوپھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے ہے، کیا تو انہیں اس بات سے منع کرتا ہے کہ

besturdubooks.wordpress.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا کھانا لے جائے؟'' لہٰذا ابوجہل نے حکیم کا راستہ چھوڑ دیا۔

پھر وہ دونوں لڑنے لگے، ابوالبختری نے اونٹ کی ہڈی پکڑی اور ابوجہل کو زوردار ضرب رسید کی۔

لوگوں کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی برکت نے ڈھانپ لیا، یہاں تک کہ قریش والوں نے دستاویز کو پھاڑ دیا، اور مسلمان تین سال بعد مکہ واپس لوٹ آئے۔ اس عرصہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مالداری اور تونگری کے باوجود مشقت سے بھرپور زندگی گزاری، وہ اپنے گھر تو واپس آگئیں، لیکن شعب ابی طالب میں ان کو لاحق ہو جانے والی بیماری اور مشقت نے ان پر گہرا اثر ڈالا اور انکی نشاط بھری زندگی میں اب کچھ خفت اور کمزوری پیدا ہو چکی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مرض کا شکار ہو گئیں اور بیماری کے ہاتھوں لاچار ہو گئیں وہ اپنی آنکھیں کھولتیں تو اپنے سامنے اپنے باوفا خاوند صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پرانوار چہرہ دیکھتیں، جس سے محبت واپنائیت جھلک رہی ہوتی، لیکن آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے بارگاہِ خداوندی میں دعا ہی کر سکتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا عظیم سانحہ

مرض بڑھ گیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آ گیا، ان کے اہل وعیال اور قریبی رشتہ داران کے قریب موجود تھے اور انہیں تسلی دے رہے تھے۔ غمگین شوہر بھی ان کی زندگی کو الوداع کہنے کے لئے قریب ہوئے اور فرمایا: ''اے خدیجہؓ! میں تیرے بارے میں کتنا ناگوار وقت دیکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ میرے لئے اس ناگواری میں خیر کثیر کو پیدا کر دے۔''[1]

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

---

[1] اتحاف الوری باخبار ام القری (ج:۱، ص:۲۰۴)

besturdubooks.wordpress.com

تاریخ کی عظیم ترین عورت کی وفات کی خبر اہل مکہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، یہ خبر لوگوں پر بجلی بن کر گری، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر نے لوگوں کو غمگین اور پریشان کر دیا، اور ہر شخص کی زبان پر ان کا ذکر جمیل جاری تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی صبح کی خوشگوار ہوا کی طرح صاف وشفاف تھی۔ انہوں نے کبھی کسی انسان کو تکلیف نہ پہنچائی، کبھی زبان سے ایسا لفظ نہ نکالا جو کسی کی دل شکنی کا باعث بنتا۔ اپنی محبوب ترین شخصیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکالیف کو دیکھ کر وہ آپے سے باہر نہ ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمت افزائی اور حوصلہ افزائی پر اکتفاء فرماتیں اور اداء رسالت میں انہیں قوت پہنچاتیں۔ اور لوگوں کی تکالیف میں انہیں صبر دلاتیں، اور انہیں اس بات کا یقین دلاتیں کہ اللہ ان کے ساتھ ہے۔

مکہ میں کسی شخص کی زبان پر ان کی برائی نہ تھی، ہر شخص ان کے خلق جمیل، طبع سلیم، پختہ عقل، مہربان مزاج اور بڑے دل کی تعریف کر رہا تھا۔ زمانہ شاید دوبارہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی عورت نہ لا سکے۔

مکہ اور اس کے اردگرد کے قبائل کے لوگ اس مقام حسرت اور زمانہ افسوس میں جمع تھے، ہر شخص کو ان کی قابل رشک زندگی کا حال معلوم تھا، تمام مرد اور عورتیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر جمع تھے تا کہ انہیں ان کے آخری گھر کی طرف رخصت کر دیں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مقام حجون میں دفن کیا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر میں داخل ہوئے اور اس کو درست کیا اور ان کے لئے بہت دعا فرمائی، یہ واقعہ ہجرت سے تین سال پہلے کا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس بات کی خوشخبری دی کہ جنت میں ان کے لئے موتیوں کا محل ہے، جس میں سکون، راحتِ قلب اور سعادت کی فراوانی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی کا بہت سا حصہ دعوت الی اللہ کے راستہ میں صرف کیا۔

besturdubooks.wordpress.com

﴿سیدہ ماریہ مصریہ رضی اللہ عنہا﴾

حضرت ماریہ مصریہ رضی اللہ عنہا ''ماریہ قبطیہ'' کے نام سے مشہور ہیں۔ (مدینہ میں) دعوت اسلام کو چھ سال گزرنے کو تھے یہ سن ۶۲۷ء کی بات ہے۔

اس سال کے شروع ہونے سے پہلے کامیابی و مدد کے جھنڈے تقریباً جزیرہ عرب میں گاڑے جا چکے تھے۔ مشرکین مسلمانوں کی کامیابوں پر افسوس و ملال کی کیفیت میں تھے اوران کے پاس ایسی کوئی طاقت وقوت نہیں تھی جس کی بنا پر دعوت کے راستہ میں رکاوٹ ڈال سکیں، مدینہ اوراس کے اطراف کے یہودیوں سے کوئی معاہدہ، اتفاق رائے یا تحائف فائدہ نہ دے رہے تھے، اور سوائے باہمی قتال، انتقام اور باقیوں کو مدینہ سے نکالنے کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔

شاہان عالم کو دعوت اسلام کے خطوط

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رسالت کو مکمل کرنے کا ارادہ فرمایا اور دعوت کو جزیرہ عرب سے باہر نکالنے اور عالمی سطح پر اسے پھیلانے کا فیصلہ فرمایا، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا و نَذِيْرًا﴾

(سورة سبا: ۲۸)

''اور ہم نے آپ کو جو بھیجا ہے تو سب لوگوں کو خوشی اور ڈر سنانے کے لئے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے، میں ہرقل، کسریٰ، نجاشی، مقوقس اور دوسرے بادشاہوں اور سرداروں کی طرف بھیجا گیا ہوں، میں انہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔''

besturdubooks.wordpress.com

حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: ''وہ حضور ﷺ کے حکم پر لبیک کہنے والے اور آپ کے ارشاد کی اطاعت کرنے والے ہیں۔''

سونے چاندی کی ڈھلائی کا کام کرنے والے ایک شخص نے آپ ﷺ کے لئے چاندی کی ایک مہر نما انگوٹھی بنائی، جس پر مندرجہ ذیل تین کلمات تحریر تھے،

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ﴾

''محمد اللہ کے رسول ہیں۔''

حضور ﷺ نے اپنے خطوط مسلمان کاتبوں سے لکھوائے اور ان پر مہر لگا دی۔

جن بادشاہوں، سرداروں اور امراء کی طرف یہ خطوط بھیجے گئے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ہرقل (شہنشاہِ روم) اس کی طرف دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔
(۲) کسریٰ (شاہِ ایران) اس کی طرف عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔
(۳) نجاشی (شاہِ حبشہ) ان کی طرف عمرو بن امیہ ضمریؓ کی تشکیل کی گئی۔
(۴) حارث حمیری کی طرف مہاجر بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔
(۵) حارث غسانی کی طرف شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔
(۶) امیر عمان کی طرف عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔
(۷) امیر بحرین کی طرف علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔
(۸) امیر یمامہ کی طرف سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔
(۹) قبط (مصر) کے بادشاہ مقوقس کی طرف حاطب ابن ابی بلتعہ لخمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا۔

ان سرداروں، بادشاہوں اور حاکموں کی طرف سے مختلف قسم کے جوابات موصول ہوئے، لیکن اس موقع پر ہم قبط کے شہنشاہ مقوقس کا موقف بیان کرنا چاہتے ہیں،

besturdubooks.wordpress.com

جو خط مقوقس کی طرف بھیجا گیا اس کی عبارت یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عظیم القبط مقوقس کی طرف ....

ہدایت کی اتباع کرنے والے پر سلامتی۔

اما بعد! میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آ سلامتی میں رہے گا، اور تجھے دوگنا اجر دیا جائے گا، اگر تو روگردانی کرے گا تو قبط کا گناہ تجھ پر ہے، اے اہل کتاب، ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں گے، اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پس اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں۔"

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ یہ خط لے کر مصر پہنچے، مقوقس اسکندریہ میں تھا، یہ وہاں گئے اور خط مقوقس کو پیش کیا۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "مقوقس نے کچھ دن مجھے اپنے پاس ٹھہرایا اور میری خوب خاطر مدارت اور مہمان نوازی کی، پھر اپنے کمانڈروں کو جمع کیا اور مجھے بلایا اور کہا: اے نوجوان! میں تجھ سے کچھ باتیں پوچھتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ تو بات کو سمجھ لے، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اسے سوال کرنے کو کہا تو مقوقس نے پوچھا:

"مجھے اپنے ساتھی کے متعلق بتاؤ کیا وہ نبی نہیں ہیں؟"

"کیوں نہیں، وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں" حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

"اگر وہ نبی ہیں تو جب ان کی قوم نے انہیں ان کے علاقہ سے نکالا تھا تو انہوں نے قوم کے لئے بددعا کیوں نہ کی؟" مقوقس نے دوسرا سوال کیا۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا: "جب یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو پکڑا اور انہیں صلیب پر چڑھانے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے

besturdubooks.wordpress.com

یہود کی ہلاکت کی بد دعا کیوں نہ کی؟''

مقوقس ان کی یہ بات سن کر بڑا متاثر ہوا اور کہا: شاباش! تو باحکمت آدمی ہے اور یقیناً کسی باحکمت شخص کی طرف سے آیا ہے۔

مقوقس کی طرف سے نامہ مبارک کا جواب

مقوقس نے وہ خط دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا اور پھر اسے ہاتھی دانت کے بنے ہوئے صندوق میں رکھوا دیا، پھر حاطب رضی اللہ عنہ سے کہا:

''میں جانتا تھا کہ ایک نبی باقی ہے، اور میرا گمان تھا کہ وہ سرزمین شام میں مبعوث ہوگا، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی آمد ہوئی ہے، اگر روم کے بادشاہ کا خوف نہ ہوتا تو میں مسلمان ہو جاتا۔''

پھر مقوقس نے کاتب کو بلایا اور جواب میں مندرجہ ذیل بات اسے لکھوائی:

''امابعد! میں نے آپ کا خط پڑھا اور آپ کی ذکر کردہ بات کو سمجھا ہے، اور آپ کی دعوت کو حق مانا ہے اور آپ کے قاصد کا اکرام بھی کیا ہے، اور میں نے آپ کی طرف دو عظیم الشان قبطی باندیاں، لباس اور سواریاں بھیجی ہیں۔''

اور پھر حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا:

''یہ کچھ تحائف ہیں جو میں آپ کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیج رہا ہوں اور آپ کے ساتھ اس شخص کو بھی بھیج رہا ہوں جو آپ کو محفوظ ترین مقام تک پہنچائے گا۔''

اور حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے رخصت کیا:

''اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ روم کا بادشاہ مجھ سے مصر کی بادشاہت چھین لے گا تو میں ایمان لے آتا اور ہدایت کو اختیار کر لیتا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تحائف کی روانگی

مقوقس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مندرجہ ذیل تحائف بھیجے تھے:

besturdubooks.wordpress.com

(۱) ایک خوبصورت باندی جس کا نام ''ماریہ بنت شمعون'' تھا۔

(۲) حضرت ماریہ کی بہن ''سیرین'' نامی باندی۔

(۳) حبشی خادم جس کا نام ''مابور'' تھا۔

(۴) سفید پیشانی والا خچر، اس کا نام حضور ﷺ نے ''دلدل'' رکھا تھا، یہ اپنے سفید رنگ کی وجہ سے عرب میں ایک خاص یکتائی کا حامل تھا۔

(۵) زین و لگام سے مسلح عمدہ گھوڑا، حضور ﷺ نے اس کا نام ''سیمون'' رکھا تھا۔

(۶) بھورے رنگ کا حمار۔ آپ ﷺ اسے ''عفیر'' کے نام سے پکارتے تھے۔

(۷) ایک طبیب، جسے حضور ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے واپس بھجوا دیا کہ ''ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ ہم اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے جب تک بھوک نہ لگے، اور جب کھانا کھاتے ہیں تو سیر ہو کر نہیں کھاتے۔''

ان کے علاوہ اور بھی چند چیزیں تھیں جیسے خالص شہد، مصر کے بنے ہوئے کپڑے، اور مختلف قسم کی خوشبوئیں جیسے عود اور مشک وغیرہ۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا خاندانی تعارف

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ ہجرت کے ساتویں سال کے شروع میں سارا ساز و سامان، تحائف اور غلام باندیاں لے کر مدینہ پہنچے، حال ہی میں حضور ﷺ قریش کے ساتھ صلح حدیبیہ کر کے واپس تشریف لائے تھے، حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو مقوقس کا جواب اور تمام تحائف پیش کر دیئے۔

ان تحائف میں ہمارے لئے سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ''سیدہ ماریہ مصریہ'' ہیں، جنہیں مورخین ''قبطیہ'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں، حضرت ماریہؒ مصر کے ایک اعلیٰ خاندان ''حفن'' کی طرف منسوب ہیں، جس کا تعلق مصر کے علاقہ ''انصنا'' سے ہے، حضرت ماریہ کے والد کا نام ''شمعون'' ہے، جو کہ ایک مصری قبطی شخص تھے، جب

besturdubooks.wordpress.com

کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ایک رومن خاتون تھیں۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے اپنا بچپن اپنے گاؤں میں گزارا، پھر اپنی بہن کے ساتھ مقوقس کے محل میں منتقل ہوگئیں، یہ بات اہل تاریخ پر پوشیدہ ہے کہ آخر وہ کون سی چیز تھی جس نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنا شہر چھوڑنے پر برانگیختہ کیا، کیونکہ اہل مصر کی عادت یہ ہے کہ وہ اپنا ملک نہیں چھوڑتے، اور دریائے نیل کی طرح مستقل مزاج ہوتے ہیں، البتہ اگر کوئی سخت مجبوری لاحق ہو تو اہل مصر اپنا ملک چھوڑنے پر بہر حال تیار ہو ہی جاتے ہیں..........!

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی طرح ہو جائیں ...... ان کے دل میں یہ خواہش کیسے پیدا ہوئی؟...... اس میں مختلف احتمال ہیں، یا تو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے کتب سابقہ کا مطالعہ کیا تھا، ان کتابوں میں پیغمبر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ تھا، جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِيٓ اِسْرَائِيلَ اِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ......﴾ (سورة الصف: ٦)

"جب عیسیٰ بن مریم نے کہا، "اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا، اسکا نام "احمد" ہوگا۔"

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے قصہ اور ان کے حالات کا مطالعہ کیا ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

حضور ﷺ کا حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اختیار کرنا

حضور ﷺ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا سرکار دو عالم ﷺ کو بھلی معلوم ہوئیں، لہٰذا آپ نے اپنے لئے ان کا انتخاب فرما لیا، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا گوری رنگت اور خوبصورت بالوں کی حامل حسین و جمیل خاتون تھیں۔ حضور ﷺ چاہتے تھے کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا حجروں میں نہ رہیں، لہٰذا آپ نے مدینہ کے ''عالیہ'' نامی خوبصورت علاقہ میں حضرت ماریہ کی رہائش کا انتظام کروایا، یہ علاقہ خوبصورت وشاداب درختوں پر مشتمل تھا۔ شاید کہ حضور ﷺ کی چاہت یہ تھی کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو سرسبز جگہ رہائش دی جائے تاکہ یہ ان کے ملک مصر کے مشابہ ہو، کیونکہ مصر اپنی زرخیزی وشادابی میں ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔

آپ ﷺ کثرت سے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ بعض اوقات ان کے پاس کافی وقت گزار دیتے، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور ﷺ کے اس قلبی تعلق کی وجہ سے دوسری ازواج کو فطری افسوس لاحق تھا، لیکن انہیں اس بات سے تسلی ہو جاتی تھی کہ حضرت ماریہ عربی النسل نہیں ہیں۔

لیکن ایک غیر یقینی واقعہ رونما ہوا...... ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو حجروں کے پاس دیکھا، ایک حجرہ خالی تھا، اس حجرہ میں مقیم زوجہ محترمہ وہاں نہ تھیں، یہ حجرہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کا تھا۔ آپ ﷺ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اس حجرہ میں لے گئے اور پردہ لٹکا دیا، جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو انہوں نے پردہ کو لٹکا ہوا دیکھا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اندر ہیں اور ان کے ساتھ حضرت ماریہ بھی ہیں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنے لگیں، جب کافی دیر گزر گئی تو پردہ ہٹا، آپ ﷺ باہر تشریف لائے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی، عرض کیا: ''یارسول اللہ! میرے دن اور میرے بستر پر............؟'' حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی

besturdubooks.wordpress.com

دل جوئی کے لئے فرمایا: ''ماریہؓ مجھ پر حرام ہے کہ میں اس کو ہاتھ لگاؤں'' اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے چاہت فرمائی کہ اس بات کو راز رکھیں اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کریں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جانتی تھیں کہ حضرت عائشہؓ کو بھی حضرت ماریہؓ پر بہت غصہ ہے جسے وہ ظاہر نہیں کرتیں، لہٰذا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جلدی سے حضرت عائشہؓ کے ہاں گئیں اور ان سے کہا: ''اے عائشہ! کیا تجھے ایک خوشی کی بات سناؤں؟''

''کیا ہوا ہے؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت فرمایا۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کمرہ میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پایا، جب میں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکوہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ ''ماریہؓ مجھ پر حرام ہے کہ میں اسکو ہاتھ لگاؤں'' اور مجھے کہا کہ ''اس بات کو چھپانا اور کسی کو اس کے متعلق نہ بتانا۔''

اس طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے راز کو افشاں کر دیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال چیز کے حرام کرنے پر تنبیہ فرمائی، اور مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں:

﴿یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ وَاللّٰہُ مَوْلَاکُمْ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَکَ ھٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ﴾

(سورۃ التحریم: ۱ تا ۳)[1]

---

[1] راجع ان شئت الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، للسیوطی (ج:۶، ص:۲۴۰) المکتبۃ الاسلامیۃ، طھران

besturdubooks.wordpress.com

''اے نبی آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے اللہ نے تمہارے لئے اپنی قسموں کا توڑ دینا فرض کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا مالک ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا ہے اور جب نبی نے چھپا کر اپنی کسی بیوی سے ایک بات کہہ دی اور پھر جب اس بیوی نے وہ بات بتا دی اور اللہ نے اس کو نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اس میں سے کچھ بات جتلا دی اور کچھ ٹال دی پس جب پیغمبر نے اس کو وہ بات جتلا دی تو بولی آپ کو کس نے یہ بات بتا دی آپ نے فرمایا مجھے خدائے علیم وخبیر نے بتلائی۔''

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا میں ایسی خصوصیات کا مشاہدہ فرمایا جو کسی دوسری زوجہ میں نہ تھیں، یہ مصری خاتون کی شان تھی، وہ اپنے معاملہ میں یکتا تھیں، لہٰذا انہوں نے کئی خصوصیات کو حاصل کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پردہ کروایا، ان کے پاس اکثر تشریف لے جاتے، آپ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو حجروں سے دور رہائش عطا فرمائی لہٰذا ان کے لئے ''عالیہ'' نامی جگہ جو مدینہ کے ایک کونہ میں ہے، اقامت کا انتظام فرمایا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ یہاں اس لئے آئی ہیں تاکہ خاتم الانبیاء والمرسلین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کریں، جن کے بارے میں آسمانی کتابیں بھی خبر دیتی ہیں، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ وہ کسی ایسے مسلمان سے شادی کریں جو اس نبی پر ایمان لایا ہو...... لیکن خدا کی قدرت!...... وہ خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مربوط ہو چکی تھیں، لہٰذا حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے ان اخلاق و آداب کو اختیار کیا جو انہیں اپنانے چاہئے تھے، وہ دوسری زوجات کے ساتھ جھگڑے، گفتگو یا لڑائی وغیرہ میں مشغول نہ ہوتیں، خاموشی کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتیں اور

besturdubooks.wordpress.com

انسانیت کے رسول اور اپنے خاوند کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہتیں۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکے کی پیدائش

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خواہش تھی کہ کسی معجزہ کا ظہور ہو، وہ حاملہ ہوں اور لڑکے کو جنم دیں تاکہ حضرت ھاجرہ مصریہ علیہا السلام کے مثل ہو جائیں۔ جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شادی فرمائی تھی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی اس خواہش کا پورا ہونا بظاہر ناممکن تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے اب تک کسی کے ساتھ یہ حالت پیدا نہ ہوئی تھی، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انہوں نے کئی سال گزار دیئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خواہش کو پورا فرمایا، وہ حاملہ ہوگئیں اور ان کے ہاں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بدگمانی اور حقیقت کا آشکارا ہونا

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر بعض لوگوں کی بدگمانی سے محفوظ نہ رہ سکیں، مقوقس نے حضرت ماریہ اور ان کی بہن کے ساتھ مابور نامی ایک غلام کو بھی روانہ کیا تھا، تاکہ ان دونوں کی ضروریات کی دیکھ بھال اور انتظام و انصرام کرے اور ان کی خدمت کرے، لہٰذا مابور ان کے لئے لکڑیاں چنا کرتا تھا، پانی کے مشکیزے بھرتا اور ضروریات کا سامان خرید کر لا دیتا۔

لوگوں نے طرح طرح کی باتیں بنانی شروع کر دیں اور پردیسیوں کا خیال کئے بغیر ان کے بارے میں بدگمانی شروع کر دی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ ''ایک غلام نے ایک باندی سے صحبت کی ہے۔''

یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی، آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو دیکھا

besturdubooks.wordpress.com

کہ غلام سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے لئے پانی بھر رہا ہے، پھر اس نے پانی کا مشکیزہ پھینکا اور کھجور کے درخت پر چڑھ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر مابور پر پڑی، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ خصی اور نامرد تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو درست رائے تک پہنچا ہے، حاضر وہ چیز دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔"[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ماریہ رضی اللہ عنہا کا طرز زندگی

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی زندگی اور آپ کی وفات کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باوفا اور ثابت قدم اہلیہ ثابت ہوئیں۔ لیکن حضرت ابراہیمؓ کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ عرصہ دنیا میں موجود نہ رہے، آپ کو مرض الوفات لاحق ہوا، آخری وقت میں تمام زوجات آپ کی خدمت میں حاضر تھیں...... یہاں تک کہ داعی اجل نے پکارا...... آپ نے اسے لبیک کہا...... اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا غموں میں ڈوب گئیں اور آپ کی وفات پر شدت الم سے آنسوؤں کی برسات ان کی آنکھوں سے جاری تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ ہی میں رہنے کا فیصلہ کیا، مصر واپس جا کر اپنے خاندان والوں کے ساتھ مل جانے اور وہیں زندگی گزارنے کے بارے میں نہ سوچا اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے عبادت گزاری اور مکمل گوشہ نشینی کی زندگی گزاری، وہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوی یعنی اپنی بہن سیرین کے علاوہ کسی سے نہ ملتی تھیں۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت ماریہؓ کی دیکھ بھال فرمایا کرتے تھے، ان

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۵۵

besturdubooks.wordpress.com

کے نان نفقہ کی ذمہ داری بھی سنبھالی اوران کے احوال وحاجات کا انتظام بھی اپنے ذمہ لیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے رفیق اعلیٰ سے وصال کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے، وہ بھی ان کی زیارت کرتے، ان کی ضروریات کو پورا کرتے اوران کے لئے قیمتی عطایا کا انتظام فرماتے، ان کی زندگی عمدہ بنانے کی کوشش اور سعی فرماتے۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نماز ادا کرنے کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لے جاتیں، نماز کے بعد اپنا رخ روضہء رسول کی طرف کر کے بیٹھ جاتیں، پھران دنوں کی یادوں میں گم ہو جاتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گزرے تھے، لیکن انہیں اس بات سے تسلی ہو جاتی کہ وہ عنقریب جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے والی ہیں۔ اس شہر میں مقیم ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے شرعی ملاقات فرمائی تھی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہی دفن ہوں گی۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کبھی کبھار جنت بقیع (قبرستان) میں تشریف لے جاتیں تاکہ اپنے بیٹے ابراہیمؓ کے قریب ہو جائیں پھر وہ ان سے سرگوشی کرتیں، پھر اپنے گھر واپس آجاتی اوراپنی عبادت میں اضافہ کر دیتیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر بہت شکر ادا کیا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ اور اختیار کردہ بنایا تھا۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے خاموشی کو لازم پکڑ لیا تھا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے ایک حدیث بھی بیان نہیں کی اور نہ کوئی ایک ایسا کلمہ روایت کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے متعلق ہو۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا انتقال

ہجرت کے سولہویں سال حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت ماریہؓ کا انتقال ہوا، جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی خبر ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام کو جمع فرمایا، حضرت ماریہؓ کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرمایا اورانہیں جنت البقیع میں ان کے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کے قریب دفن کر دیا۔

besturdubooks.wordpress.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں، اور ان میں سے ایک بیٹے حضرت ابراہیمؓ کے علاوہ سب کے سب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیدا ہوئے، جب کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے حضرت ماریہ کی کوکھ سے جنم لیا۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے پیدا ہوئے' انہیں کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہے' یہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکے اور شیرخوارگی کے زمانہ میں ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ان کے انتقال کا بہت زیادہ غم اور افسوس تھا' کیونکہ ان کی خواہش تھی کہ ان کے بطن سے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی بیٹا ہو' عرب معاشرہ شروع ہی سے بیٹوں کو بیٹیوں پر فوقیت دیتا تھا اور انہیں اہم خیال کرتا تھا اور انہیں سے نسب کو جاری کرتا تھا' اور لڑکا ان کی قوت اور اطمینان کا باعث ہوا کرتا تھا' جب اسلام آیا تو اس نے لڑکے کے بارے میں پائی جانے والی عصبیت کو کم کیا اور اس بات کو واضح کیا کہ حقیقی عطا کرنے والا تو اللہ ہی ہے' اسلام نے لوگوں کو اس بات کی تعلیم دی کہ دونوں جنسوں (مرد و عورت) میں کوئی فرق نہیں' لہٰذا وہ تفرقہ وفضیلت ختم ہوگئی جو زمانہ جاہلیت میں ہوا کرتی تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر احسان فرمایا اور انہیں دوسرا بیٹا

besturdubooks.wordpress.com

عطا فرمایا، جس کا نام ''عبداللہ'' اور لقب ''طاہر'' اور ''طیب'' قرار پایا، ان القابات کی وجہ یہ تھی کہ ان کی ولادت بعثت کے بعد ہوئی، پھر اللہ کی مشیت و ارادت کا ظہور ہوا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال طفولیت کے زمانہ میں ہوگیا، اس انتقال میں یقیناً اللہ کی کوئی حکمت ہے جو ہم سے پوشیدہ ہے۔

اگر رسالت اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو ملتی تو آپ کی اولاد میں سے کسی کو ملتی، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نبوت ملی، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خاتم الانبیاء والرسل ہیں، اور آپ کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ بند ہوگیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت بعد البعثت کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ وہ اس بات پر رو رہی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی امانت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو واپس لے لیا تھا، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہو چکی تھی۔ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا:

''عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حصہ کا دودھ باقی ہے کاش وہ مدت رضاعت پوری ہونے تک زندہ رہتا تو اس میں میرے لیے بڑی تسلی اور اطمینان ہوتا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں مدت رضاعت پوری ہونے تک اس کے لیے انّا (مرضعہ) کا انتظام ہو چکا ہے۔''

''اگر میں اس بات کو بخوبی جان لوں تو میرے لیے بڑی آسانی ہو۔'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

''اگر تم چاہو تو میں تمہیں جنت میں اس کی آواز سنا سکتا ہوں۔'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''نہیں! بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کرتی ہوں۔''[۱]

اس بات کی تائید سورۂ کوثر کے مضمون سے ہوتی ہے اس سورت کا سبب نزول یہ ہے:[۲]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ (سورة الكوثر كاملہ)

''ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے' لہٰذا آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی دیں' بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان رہے گا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضور ﷺ کے بیٹے عبداللہ کی ولادت ہوئی' پھر کافی مدت تک ان کے ہاں اولاد نہ ہوئی' اس عرصہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک آدمی سے گفتگو فرما رہے تھے اور عاص بن وائل انہیں دیکھ رہا' اس آدمی نے عاص بن وائل سے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' عاص بن وائل نے جواب دیا: ''یہ بے اولاد اور بے نام و نشان رہنے والا شخص ہے۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر کو نازل فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۂ کوثر کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ'' تیرا دشمن اپنے اہل و عیال' مال و اولاد اور ہر خیر سے محروم رہے گا اور وہ اپنی موت کے بعد اچھے الفاظ سے یاد نہ کیا جائے گا' اس دشمن سے مراد عاص بن وائل سہمی ہے' (اے

---

۱ احمد (۴/۲۹۷'۳۰۴)

۲ رواية ابن عباس رضی الله عنهما فی تفسيره. (راجع ان شئت تفسير ابن عباس رضی الله عنهما' هامش كتاب الدر المنثور فی التفسير بالماثور' للسيوطی ج ٦ ص ۴۰۱)

besturdubooks.wordpress.com

میرے حبیب) جب بھی میرا تذکرہ ہوگا تو اس میں تیرا ذکر خیر بھی ہوگا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ لوگوں نے حضور ﷺ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضور کو بے اولاد کہنا شروع کر دیا تھا۔"

علامہ زمخشری اپنی تفسیر "الکشاف" میں سورہ کوثر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"یعنی آپ کا دشمن بے نام ونشان رہے گا نہ کہ آپ، اس لیے کہ قیامت تک پیدا ہونے والا ہر مومن آپ کی اولاد میں سے ہے اور آپ کا ذکر خیر منبروں پر اور ہر عالم اور ذکر کرنے والے کی زبان پر ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ اللہ کے ذکر سے ابتداء کی جائے گی اور پھر آپ کا ذکر کیا جائے گا' لہٰذا آپ جیسے شخص کو بے نام ونشان رہنے والا نہیں کہا جا سکتا' بے نام ونشان رہنے والا تو درحقیقت آپ کا دشمن ہے' جسے دنیا و آخرت میں بھلا دیا جائیگا اور جب بھی اس کا تذکرہ ہوگا تو لعنت کے ساتھ ہوگا۔"[۱]

سورۃ الکوثر کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی نعمت عطا فرمائی ہے جو اولاد سے بڑھ کر ہے' یعنی وہ نہر کوثر جو جنت میں بہتی ہے' اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے' لہٰذا آپ اس نعمت کے شکر میں اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی دیں۔"

سورہ کوثر مکی ہے اور نزول کی تاریخ کی ترتیب کے اعتبار سے پانچویں سورت ہے' مکی سورتوں کی تعداد نواسی ہے' اس اعتبار سے یہ ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔

ہمارے دعویٰ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جمہور مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ سورت عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو ان سرداران مکہ میں سے ایک تھا جو حضور ﷺ کو دعوت حق سے روکنے کے لیے ابو طالب کے پاس گئے تھے۔

---

۱ الکشاف للزمخشری (ج۴ ص ۲۳۷)

besturdubooks.wordpress.com

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے بیٹے کا نام ''ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے، ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نہیں بلکہ حضرت ماریہ مصریہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی خواہش کی تکمیل

جب حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ''ابراہیم بن محمدؐ'' کے حمل سے حاملہ ہوئیں تو آپ زیادہ عمر کی نہ تھیں، ان میں حمل کی علامات ظاہر ہوئیں لیکن آپ انہیں پہچان نہ سکیں اور خیال کیا کہ انہیں کوئی بیماری لاحق ہوئی ہے ان کی بہن سیرین ان کی دیکھ بھال کرنے لگیں، یہاں تک کہ ان کی ایک پڑوسن نے انہیں بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ تو حمل کی علامات ہیں۔

یہ سن کر حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن کو سوال بھری نگاہوں سے حیرت کے ساتھ دیکھا کہ یہ حمل کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی نو ازواج میں سے کوئی بھی حاملہ نہیں ہوئی، لیکن انہیں امید ہوئی کہ یہ بات صحیح بھی ہوسکتی ہے۔ اور خواہش پوری بھی ہوسکتی ہے کہ وہ نبی کے بیٹے کی ماں بن جائیں، جیسا کہ ہاجرہ مصریہ اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی ماں بنیں۔

یہ بات حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے سعادت اور خوش قسمتی کی انتہا تھی کہ انہیں وہ چیز حاصل ہو جو حضرت ہاجرہ کو حاصل ہوئی، کیونکہ ان دونوں کے درمیان بہت زیادہ مشابہت تھی، ایک یہ کہ دونوں مصریہ تھیں اور دوسری یہ کہ دونوں وقت کے نبی کو ہدیہ کی گئی تھیں۔

وہ اپنی امید کے پورا ہونے کے خیالات میں زندگی گزارنے لگیں، اور انہیں امید تھی کہ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور ان کی تمنا کے پورا ہونے کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی پیدائش

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال کا خصوصی انتظام فرمایا' ان کی بہن سیرین بھی ان کی خدمت کے لیے جاگتی تھیں' یہاں تک کہ بچہ کی پیدائش کا وقت قریب آیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو رافع رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمٰی (جو کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی دائی تھیں) کو بلوایا' وہ ان کی خاطر مدارت اور دیکھ بھال کرنے لگیں اور یہاں تک کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بچہ کی پیدائش ہوئی' حضرت سلمٰی خوشی سے پھولے نہ سمائی اور بچہ کو لیکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں' آپ کو خوشخبری و مبارکباد دی' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مسرت سے سرشار ہوئے اور حضرت سلمٰی کا اعزاز و اکرام فرمایا' پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے' انہیں مبارکباد دی اور بچہ کو ان کے سامنے لٹا دیا' اللہ کی بڑائی بیان کی' اس کی حمد و ثناء کی' بچہ کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور اپنے جدامجد کے نام پر اپنے بچہ کا نام ''ابراہیم'' طے فرمایا' پھر بچہ کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ فرمائی۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی رضاعت

انصار مدینہ بچہ کو دودھ پلوانے کے انتظام میں رغبت کر رہے تھے اور ہر شخص چاہتا تھا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو لے جائے اور ان کی رضاعت کا بندوبست کرے۔ اس اثنا میں بنونجار سے تعلق رکھنے والے صحابی براءؓ بن اوس کی اہلیہ ام بردہ خولہ بنت منذر حاضر خدمت ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے بیٹے کو دودھ پلانے کے سلسلہ میں گفتگو کی۔ پھر وہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے لگیں۔ ام بردہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم کو اپنے بیٹے کے حصہ کا دودھ پلایا کرتی تھیں اور دودھ پلا کر بچہ کو اس کی ماں کے حوالہ کر دیتی تھیں۔

besturdubooks.wordpress.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انّا (مرضعہ) کو کھجور کا ایک درخت عطا کیا تھا اور انہیں سات بکریاں بھی عطا کی تھیں تا کہ وہ جب بچہ کی خوراک کو پورا نہ کر سکیں تو ان کے ذریعہ کمی کو پورا کر لیں۔ ام بردہ رضی اللہ عنہا بچہ کو مستقل طور پر دودھ پلانے کا انتظام نہ کر سکیں' لہٰذا ان کے بعد ام سیف رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری سنبھال لی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنے بیٹے سے محبت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے ام سیف رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حضرت شیبان فرماتے ہیں: ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چلنے لگا' یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو سیف کے گھر کے پاس پہنچ کر رک گئے' ابو سیف اپنی دھونکنی میں پھونک رہے تھے' جس کی وجہ سے پورے گھر میں دھواں ہو رہا تھا' میں تیزی سے چل کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نکل گیا اور ابو سیف کے پاس پہنچ کر ان سے کہا: اے ابو سیف! ٹھہر جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں۔'' ابو سیف ٹھہر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کو آواز دی اور اسے سینہ سے لگا لیا اور وہ بات فرمائی جو اللہ نے چاہی۔''

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں ہوتے تو اپنے بیٹے سے ملاقات کرتے' اس کو گود میں اٹھاتے' اسے پیار کرتے اور اس میں انسیت' مسرت اور دلگی محسوس کرتے' کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے کو اٹھاتے اور انہیں اپنی ازواج کے پاس لے جاتے' بچہ ان کے حوالہ بھی کر دیتے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال اور تجہیز و تکفین

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچہ کی پرورش اور نشو و نما کا مشاہدہ فرما رہے تھے' اس سے دل لگی

besturdubooks.wordpress.com

اور گفتگو فرماتے۔ لیکن یہ سلسلہ زیادہ عرصہ جاری نہ رہا' جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ڈیڑھ سال کے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کے ساتھ قلبی تعلق میں اضافہ ہوگیا۔ تو مرض نے حضرت ابراہیم کو آ گھیرا۔ ان کی والدہ بے چین اور پریشان ہوگئیں' انہیں کچھ نہ سوجھ رہا تھا کہ کیا کریں۔ اپنی بہن سیرین کو مدد کے لیے بلایا' وہ دونوں بچہ کی دیکھ بھال اور تیمارداری کرنے لگیں' اس کے لیے دوائی تلاش کی۔ بچہ کو "نخیل العالیہ" لے گئے' لیکن مرض شدت اختیار کرتا گیا۔ دوا اور علاج معالجہ کسی کام نہ آیا۔ اچانک انہیں بچہ کا سانس اکھڑتا ہوا محسوس ہوا۔ وہ تیزی سے بچہ کو لیکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابراہیم رضی اللہ عنہ کی حالت کی خبر ہو چکی تھی۔ آپ عبدالرحمٰن بن عوف کے کندھے پر سہارے لگائے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے سے شدید غم کے آثار ظاہر ہو رہے تھے' پھر بچہ کی روح قفس عنصری سے جدا ہوگئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہوگئی۔ آپ فرما رہے تھے کہ "اے ابراہیم! ہم امر الٰہی کے مقابلہ میں تیرے کسی کام نہیں آ سکتے۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچہ کی ماں اور خادمہ کو چیختے ہوئے سنا تو انہیں منع کیا اور اتنی بات فرمائی۔ "اے ابراہیم اگر موت امر حق اور سچا وعدہ نہ ہوتی اور یہ کہ ہمارے اگلوں کو پچھلوں کے ساتھ ملنا ہے تو ہم تجھ پر اس سے بھی زیادہ غم کرتے۔"

پھر آپ نے فرمایا: "آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں' دل غمگین ہے' لیکن ہم زبان سے وہی بات نکالیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو' اور اے ابراہیم! ہم تیرے فراق پر بڑے دکھی ہیں۔"

جب مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غمگین دیکھا تو مسلمان بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں غمگین ہو کر رونے لگے۔ اور بعض مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکلیف و پریشانی کو کم کرنے کی کوشش بھی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ احکام یاد دلائے جو آپ

besturdubooks.wordpress.com

نے فرمائے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے تمہیں غمگین ہونے سے تو منع نہیں کیا بلکہ میں نے تو بلند آواز کے ساتھ رونے سے منع کیا ہے اور جو حالت تم میری دیکھ رہے ہو یہ تو دل کی محبت اور رحمت کا اثر ہے۔ اور جو شخص رحمت کو ظاہر نہیں کرتا' کوئی دوسرا بھی اس کے لیے رحمت کو ظاہر نہیں کرتا۔''[1]

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن سیرین کو تسلی دینے کے لیے فرمایا: ''جنت میں ابراہیم کے لیے انا یعنی دودھ پلانے والی کا انتظام ہو چکا ہے۔''[2]

ام بردہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور کھجور کی شاخوں کی چارپائی پر ڈال دیا' لوگوں نے انہیں اٹھایا اور ایک جگہ لے گئے' جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ اور بہت سے مسلمان موجود تھے' یہاں تک کہ وہ سب جنت البقیع پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی' چار تکبیریں کہیں' فضل بن عباس اور امامہ بن زیاد رضی اللہ عنہما قبر میں اترے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے دہانے پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: ''ہم نے اسے اپنے ساتھی عثمان بن مظعون کے ساتھ دفن کر دیا۔'' پھر آپ نے ایک اینٹ کا خلا دیکھا تو اسے بند کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''ہم نے اسے اپنے اچھے نیک آدمی کے ساتھ دفن کر دیا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سرہانے علامت کے طور پر ایک پتھر رکھا اور فرمایا: ''یہ پتھر نفع نقصان نہیں دے سکتا' لیکن زندہ لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ ہے اور آدمی جب کوئی نیک کام کرتا ہے تو اللہ پاک چاہتے ہیں کہ اسے اچھی طرح کرے۔''

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے قبر کی مٹی کو ہموار کیا اور فرمایا:

---

1. مسانید (۲/۵۷۶)
2. احمد (۴/۳۰۰'۳۰۲)

besturdubooks.wordpress.com

"کوئی شخص پانی کا مشکیزہ لاسکتا ہے؟" ایک انصاری آدمی فوراً پانی کا مشکیزہ لے آیا۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ اسے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر چھڑک دو۔"[1]

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت سورج گرہن کی حقیقت

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت سورج گرہن ہوگیا' لوگوں نے اسے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی کرامت خیال کیا اور کہا: "سورج کو ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ سے گرہن لگا ہے۔" جب حضور ﷺ نے یہ بات سنی تو فرمایا: "سورج اور چاند اللہ کی دو نشانیاں ہیں' ان میں کسی کی زندگی یا موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ جب تم ان میں اس حالت کو دیکھو تو فوراً نماز کے ذریعہ اللہ کے ذکر میں مصروف ہو جاؤ۔"[2]

محمد حسین ہیکل فرماتے ہیں:

"یہ ایک بہت بڑی نشانی ہے کہ محمد ﷺ مصیبت و غم کی المناک گھڑی کے اندر بھی اپنے منصب رسالت سے غافل نہیں ہوئے! اس حدیث کو پڑھ کر مستشرقین (غیر مسلم علماء اسلام) نے بھی حضور ﷺ کی عظمت و جلالت کا اعتراف کیا اور وہ اپنی حیرانگی' حضور ﷺ کی عظمت اور اس بات کی معرفت کے اعلان کو نہیں چھپا سکے کہ وہ شخص یقیناً سچا ہے جو ایسے حالات میں بھی سچائی اور حق سے دستبردار ہونے پر راضی نہیں۔"

محمود فلکی نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کا دن ۲۹ شوال ۱۰ ہجری بمطابق ۲۷ جنوری ۶۳۲ عیسوی بروز پیر بتایا ہے' اس دن مدینہ میں مکمل طور پر سورج گرہن ہوا تھا۔

---

[1] طبقات ابن سعد (۹۱/۱/۱) و کنز العمال (۴۲۴۰۳)

[2] البخاری (۲:۴۴'۴۶'۴۹) و مسلم' الکسوف (۱'۳'۱۷'۲۱'۲۹)

besturdubooks.wordpress.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں

۱۔ حضرت زینب کبری رضی اللہ عنہا

۲۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

۳۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

۴۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار بنات تھیں' ان چاروں کی ولادت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہوئی۔ ان چاروں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت زینت رضی اللہ عنہا

۲۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

۳۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

۴۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

عربوں کے ہاں بیٹی کا مقام

عرب معاشرہ اسلام سے پہلے بچیوں کو زندہ درگور کرنے کا عادی اور رسیا تھا' اس معاشرہ میں لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح اس بنیاد پر دی جاتی تھی کہ لڑکا زندگی کے تمام شعبوں میں اپنے خاندان کی مدد کرسکتا ہے اور جنگ وحرب ہو یا امن سلامتی' تمام حالات میں اپنے خاندان یا والد کا معاون ثابت ہوسکتا ہے' مکی معاشرہ میں یہ بات تھی لیکن جب یہاں کسی کے ہاں لڑکی کی پیدائش ہوتی تو وہ اس کی اچھی تربیت کرتے' اسے اہلیت و قابلیت سکھاتے' تاکہ وہ اپنے معاشرہ کی ترقی میں اہم کردار ادا کرسکے۔

یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ جو لوگ مکہ آتے' اس بات سے حیرت زدہ ہو جاتے کہ قریش مرد کس طرح اپنی عورتوں کو عزت و احترام اور قدر و منزلت کا زیور

besturdubooks.wordpress.com

پہناتے ہیں اور عورتوں کی بہت سے امور میں مردوں کے ساتھ شرکت کو دیکھ کر وہ حیران ہو جاتے۔ اس خطہ زمین میں مردوں نے عورتوں کو اعلیٰ مقام عطا کیا تھا اور انہیں ایسی آزادی عطا کی تھی جو چند عادات کے ساتھ مقید تھی اور ہر طرح کی عیب دار عادتوں سے دور تھی، عورت بھی اس کو جانتی تھی، جس کی وجہ سے بلند ہمت اور عزت مند تھی، اچھے اخلاق کی حامل ہوتی تھی اور اسے ایسے امور و ضروریات کا علم ہوتا تھا جو اس کے معاشرہ کی عزت کا باعث بن سکتے تھے۔

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں میں بہترین عورتیں قریش کی وہ عورتیں ہیں جو اپنے بچہ کی صغرسنی میں اس پر شفقت کرنے والی اور اپنے خاوند کے مال کی نگرانی کرنے والی ہو''[1]

شاعر نے مکی معاشرہ میں عورت کے مقام و مرتبہ کی عکاسی کرتے ہوئے کہا:

ولم یکن مقام المراۃ فیھم مھینا　　بل ان لھا لدیھم مقاما کریما

''قریش کے لوگوں میں عورتوں کا رتبہ ذلت آمیز نہ تھا، بلکہ ان کے ہاں عورت کی خصوصی قدر و منزلت تھی۔''

تاریخ ان امور کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی جو ام حکیم بیضاء بنت عبدالمطلب سے ''حلف المطیبین'' میں، ہند بنت عتبہ کی طرف سے یوم احد میں، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے تجارتی امور میں مردوں کی مشارکت اور نبوت کے لیے تیاری میں خاوند کی معاونت کے سلسلہ میں پیش آئے، اسی طرح سیدہ رملہ بنت ابی سفیان اور اپنے والد کے بارے میں ان کا موقف، اور اس طرح ہند بنت امیہ مخزومیہ، پھر زینب بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ اور مدینہ میں اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص کے بارے میں جو موقف تھا ان سب کو بھلایا نہیں جا سکتا۔

لڑکیوں کو درگور کرنے کی رسم، جس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے، یہ تو عرب

---

[1] البخاری (۸۵/۷)

besturdubooks.wordpress.com

کے بعض قبائل میں خوف عار کی وجہ سے رائج تھی' کیونکہ وہ معاشرہ جنگ و جدل اور غیرت وحمیت میں غلو کرنے والا معاشرہ تھا۔ وہ لوگ اپنے خاندان' مراکز اور عزت و جاہ کی حفاظت کرتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کے پیچھے لڑکیوں کے جنگوں میں قید کیے جانے اور لونڈی اور خادمہ بنا لیے جانے کا خوف تھا' اسی طرح فقر و ناداری کا ڈر اور غیر کفو میں ان کی شادی کا خوف بھی لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا پیش خیمہ تھا۔

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قیس ابن عاصم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس نے اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتا ہے' ایک مہاجر صحابی نے اس سے سوال کیا: ''تجھے کس چیز نے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے پر ابھارا' حالانکہ تو عرب کا سب سے بڑا مالدار ہے؟''

قیس نے فوراً جواب دیا: ''اس بات کے خوف کی وجہ سے کہ کہیں تجھ جیسے شخص کے ساتھ اس کی شادی نہ ہو جائے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''یہ بدوی لوگوں کا سردار ہے۔''[1]

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پیدائش اور تربیت

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جنم لینے والی سب سے پہلی چشم و چراغِ خاندان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں' عربوں کی عادت یہ تھی کہ پہلے بچہ کی پیدائش پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا کرتے تھے' جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبارک نکاح کے اس ثمرہ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ پر اس کا شکر ادا کیا۔

---

[1] ''المستدرک'' (۳/۶۱۱'۶۱۲)

besturdubooks.wordpress.com

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا لڑکی کی پیدائش پر اپنے خاوند صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشی سے سرشار چہرہ کے ساتھ دیکھتیں تو خوشی سے سرشار ہو جاتیں۔ ان کی یہ خوشی اس خاوند کی خوشی کی بنا پر تھی جن کے بارے میں انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کیساتھ ان کے تعلق اور رشتہ کو دوام عطا فرمائے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا پختہ ارادہ کیا کہ وہ اپنی بیٹی کی عربی معاشرہ کی فضاء میں عمدہ ترین تربیت کریں گی لہٰذا انہوں نے بچی کو ایک ایسی ''دآنّـــا'' (مرضعہ) کے سپرد کیا جو بچی کو شہر کی فضا سے نکال کر دیہات کی خوشگوار فضا میں لے گئی اور اسے مکہ کی گرمی اور تپش سے دور لے گئی۔ عرب کے معزز اور اعلیٰ لوگوں کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنے بچوں کو بدوی عورتوں کے سپرد کر دیتے تھے جو ان کی رضاعت کا انتظام کرتی تھیں۔ پھر دو سال یا اس سے کچھ زائد عمر میں ان کے گھر والوں کے حوالہ کر دیتیں تھی' اور خاص طور پر یہ معاملہ لڑکوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھی واپس ان کی والدہ کے پاس لایا گیا' اب وہ ایک ایسی مربیہ کی نگرانی میں آ گئیں جو ان کی راحت کے لیے بیدار رہے' ان کی بڑھوتری کا خیال رکھے' ان کی صحت کا کی دیکھ بھال کرے۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر دس سال ہوئی اور وہ لڑکپن میں داخل ہونے لگیں' ان کی خالہ ''ہالہ بنت خویلد'' نے ان میں دلچسپی لینا شروع کر دی اور اس بات کی خواہش کی کہ وہ ان کے بیٹے ابوالعاص کی بیوی بن جائیں تا کہ ان کا تعلق ان کی بہن خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مضبوط ہو جائے' ویسے بھی ہالہ بنت خویلد کبھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جدا نہ ہوتی تھیں اور ہمیشہ ان کے پاس رہنے کی کوشش کرتی تھیں' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی ان کی غربت اور ناداری کی وجہ سے ان کی مالی امداد کیا کرتی تھیں۔

ابوالعاص سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح

ہالہ بنت خویلد نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص کے رشتہ نکاح کا

besturdubooks.wordpress.com

اشارہ نہ کیا' بلکہ صراحت کے ساتھ ان سے زینب بنت محمد کا رشتہ مانگا' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن کی بات کو سنا اور اپنے خاوند محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سلسلہ میں گفت و شنید کی۔

ابوالعاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے' قریش خاندان سے تعلق رکھنے والے مکی شخص تھے' ان کا نسب تیسری پشت میں عبد مناف بن قصی تک پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے' ان کا پورا نام ''ابوالعاص ابن الربیع بن عبدالعزی بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی'' ہے۔

ان کا نسب والدہ کی طرف سے ان کے جد اقرب ''خویلد بن اسد بن عبدالعزی'' تک پہنچ کر زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جاملتا ہے۔

اس کے علاوہ ابوالعاص بچپن ہی سے عمدہ عادات و خصائل اور شریفانہ اخلاق کے مالک تھے' لہٰذا جونہی ابوالعاص اپنی خالہ کے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی بیٹی کا رشتہ مانگنے کے لیے گئے جیسا کہ عربوں کا دستور تھا۔ کہ رشتہ نکاح کے لیے آدمی خود لڑکی کے باپ سے ملتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں خوش آمدید کہا اور فرمایا۔ ''بہترین داماد وہ ہے جو برابری والا ہو' اور اس میں کوئی عیب بھی نہیں اور یہ ان کے خاندان کا ہے اور وہ اس کے خاندان کے ہیں۔''

لیکن آپ نے کچھ مدت طلب کی تاکہ حضرت زینبؓ کی مرضی دریافت کرسکیں' اور آپ نے کوئی قطعی فیصلہ نہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بیٹی زینب کی موافقت حاصل ہوگئی۔ آپ نے ابوالعاص کو مبارکباد دی۔ اور سب شادی کی تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حالات

سب لوگوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ابوالعاص کی شادی کی تیاری

besturdubooks.wordpress.com

کی' ان کی شادی کی خبر مکہ اور اس کے گرد و نواح میں پھیل چکی تھی۔ اہل و اقارب اور دوست احباب سب شادی میں شریک تھے' جانور ذبح کیے گئے' دستر خوان بچھائے گئے' شادی میں مکہ کے لوگوں کے ساتھ دوسرے علاقوں کے لوگ بھی شریک تھے۔ پھر حضرت زینب اپنے سسرال تشریف لے گئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار رہی تھیں۔ ابوالعاص تجارت کیا کرتے تھے۔ وہ سوق حباشہ' سرزمین شام اور جزیرہ کے مختلف علاقوں کی طرف تجارتی سفر کیا کرتے تھے۔ اس دوران حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی خالہ ہالہ ام ابی العاص کے ہاں ٹھہرتیں' اور کئی مرتبہ یہ دونوں خواتین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلی جاتیں۔

اس اثنا میں حضرت زینب کے میکے میں کچھ نئی تبدیلیاں آنا شروع ہوئیں۔ ان کی والدہ ان کے والد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش آنے والے حالات کی وجہ سے ان کے ساتھ مشغول تھیں اور ان کے والد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت اور غور و فکر کے لیے غار حرا میں گوشہ نشینی اختیار فرما چکے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راحت و آسانی کے لیے فارغ کر لیا تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد و رفت کی منتظر رہتیں' آپ کے حالات معلوم کرنے کے لیے قاصد روانہ کرتیں۔ پھر وہ بات پیش آئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس امت کا نبی قرار دیا گیا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا اپنے خاوند کو اسلام کی دعوت دینا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی چاروں بیٹیوں کو جمع فرمایا اور ان کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو پیش کیا۔ چاروں نیک بخت لڑکیوں نے اپنے والد کی دعوت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ سب کی سب اپنے والد کی دعوت اور اس کے حق ہونے پر ایمان لے آئیں' اب حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ ایک نئی زندگی گزارنے لگیں۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو یقینی نبوت و دعوت کی خبردی۔
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا گمان یہ تھا کہ ابوالعاص اس دعوت کو سنتے ہی قبول کرلیں گے' کیونکہ وہ اپنے خاوند کے اخلاق و عادات اور خیر کے کاموں کی طرف ان کی دلچسپی سے اچھی طرح واقف تھیں' ابوالعاص خاموش کھڑے ہوگئے اور کوئی بات نہ کی' حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا۔

''آپ میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟''

''کیا تو اپنے والد کے بارے میں مکہ والوں کے مؤقف کو جانتی ہے؟'' ابوالعاص نے پوچھا۔

''اے ابوالعاص! میرے والد کے بارے میں مکہ والوں کا کیا مؤقف ہے؟'' حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے استفسار کیا۔

''مکہ والے تیرے والد پر غضبناک ہیں' ان کو تکلیف دے رہے ہیں' یہاں تک کہ ایک آدمی نے ان سے بدکلامی بھی کی ہے۔''

''اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ظاہر ہے کہ ہمیں ان کی حمایت میں نکل کر ان کی مدد اور حفاظت کرنی چاہیے۔'' حضرت زینب گویا ہوئیں۔

یہ سن کر ابو العاص کہنے لگے: ''اس صورت میں میرے کاروبار کا کیا ہوگا' کیونکہ میرا کاروبار تو مکہ کے سرداروں اور ان کے دوسرے حمایتی لوگوں کے ساتھ ہے کیا تو نہیں جانتی کہ میں ان کے ساتھ کاروبار کرتا ہوں۔ میں ان کو سامان بیچتا ہوں' اگر میں ان کی دشمنی پر اتر آیا تو میں کس کو سامان بیچوں گا' کس سے کاروبار کروں گا؟''

''تو کیا آپ اپنے سابقہ دین پر قائم رہیں گے؟'' حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔

''جب تک میری مصلحت میں ہوا میں قریش کے دین پر رہوں گا۔'' ابوالعاص نے اپنا فیصلہ سنادیا۔

besturdubooks.wordpress.com

''کیا ان جیسے لوگوں کی خاطر آپ میرے والد سے دشمنی کریں گے؟!''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پوچھا۔

یہ سن کر ابوالعاص بولے:

''نہیں...... ہرگز نہیں' میں آپ کے والد سے دشمنی مول نہ لوں گا اور میری زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکلے گی جو ان کو ناگوار محسوس ہو' میں ہمیشہ کی طرح ان کا ادب واحترام کرتا رہوں گا۔''

''جب قریش مکہ آپ سے اس بات کا مطالبہ کریں گے کہ آپ میرے والد کو تکلیف دیں تو آپ کیا کریں گے؟''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا رنجیدہ خاطر ہو کر گویا ہوئیں۔

''وہ مجھ سے اس کام کا مطالبہ نہ کریں گے' ان کے لیے یہ بات کافی ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لایا۔ اور میں آپ کے والد کے ساتھ ابھی تک نہیں ملا۔'' ابوالعاص گویا ہوئے۔

''مجھے امید ہے کہ آپ اسلام قبول کرلیں گے۔'' حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی امید کا اظہار کیا۔

ابوالعاص نے ان کے اس نکتہ نظر کو ملاحظہ کیا تو کہنے لگے:

''عنقریب وہ دن آئے گا جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر ایمان لاؤں گا اور میرا خیال یہ ہے کہ ان کی دعوت عنقریب پھیل جائے گی!!''

''کیا آپ نہیں جانتے کہ میں ان کی تعلیمات پر ایمان لا چکی ہوں؟'' حضرت زینبؓ نے دریافت کیا۔

''ہاں' میں جانتا ہوں' اس سلسلہ میں آپ کو مکمل آزادی حاصل ہے' جب تک اس سے ہمارے تعلقات پر کوئی اثر نہ پڑے۔'' ابوالعاص گویا ہوئے۔

یہ سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا:

besturdubooks.wordpress.com

ہم اکٹھے رہیں گے اور وفاداری کریں گے۔ البتہ آپ جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق وامین ہیں...... ان پر بہت سے لوگ ایمان لائے ہیں' جن میں حضرت ابوبکر' عثمان بن عفان اور آپ کے ماموں زاد زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی شامل ہیں۔''

بنو ہاشم کا بائیکاٹ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا طرز عمل

مقاطعت (باہمی قطع تعلق) کا زمانہ آیا' مکہ والوں نے بنو ہاشم کا کلی بائیکاٹ کیا اور انہیں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا' بہت سے مسلمانوں کو اس گھاٹی میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ ان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت خدیجہ' ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن بھی داخل ہوئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص سے کہا: ''اے ابوالعاص! کیا آپ نہیں چاہتے کہ ہم بھی اپنے خاندان' والدین اور بھائیوں کے ساتھ ہوں؟''۔

ابوالعاص نے جواب دیا: ''نہیں اے زینب...... میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ لوگ میرے بارے میں کہیں کہ تیرے خاوند نے اپنی بیوی کی رضامندی کے لیے اپنی قوم کو رسوا کر دیا اور اپنے آباء کا انکار کر دیا۔'' حضرت زینب رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں اور اپنے خاوند کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر لیا' وہ اس بائیکاٹ کے متعلق اطلاعات کی تلاش میں رہتیں اور بنو ہاشم کو پیش آنے والی تکالیف کے بارے میں سن کر رنجیدہ' غمگین اور آب دیدہ ہو جاتیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو محاصرہ کی خبریں رشتہ داروں کے ذریعہ ہی معلوم ہوتیں' جو اس بات پر فخر کرتے تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کو زندگی کی مشقت اور عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔

پھر اس مشقت کے بادل چھٹ گئے' محاصرہ ختم ہو گیا' بنو ہاشم شعب ابی طالب سے باہر نکل آئے' انہوں نے اپنی نئی زندگی شروع کی جو گھاٹی کی مشقتوں کی وجہ سے طرح طرح کے امراض پر مشتمل تھی۔

besturdubooks.wordpress.com

کفار کی سختیوں میں اضافہ ہوگیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضور ﷺ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو چکا تھا۔ مسلمانوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے ہجرت کا راستہ اختیار کرلیا تھا اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ بہت تھوڑے مسلمان باقی رہے تھے۔

ایک بہت بڑا مشورہ عمل میں آیا اور حضور ﷺ کے قتل کی سازش تیار ہوئی' اب ہجرت مدینہ کی طرف تھی' حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اس بات سے بہت خوشی ہوئی جب انہیں سلامتی کے ساتھ حضور ﷺ کے یثرب پہنچنے کی اطلاع ملی' وہ مطمئن اور پرسکون ہوگئیں۔ حضرت زینبؓ اکثر اپنے میکے جایا کرتی تھیں تاکہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر مانوسیت حاصل کریں اور ان کی ضروریات کا انتظام کریں' یہاں تک کہ مدینہ سے ایک قاصد آیا اور ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما اپنے والد سے جاملیں' اور حضرت زینب بھی ان کے اپنے والد محترم کے پاس پہنچنے کی وجہ سے خوشی سے سرشار ہوگئیں۔

گھر تمام افراد سے خالی ہو چکا تھا' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا' رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ساتھ مکہ سے حبشہ' پھر حبشہ سے مکہ' پھر مکہ سے مدینہ کی طرف جا چکی تھیں' حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند ابو العاص' اپنے بیٹے علی بن ابی العاص اور امامہ بنت ابی العاص کو دیکھ کر اطمینان اور تسلی حاصل کر لیتی تھیں۔

مسلمانوں کا مشرکین سے انتقام اور غزوہ بدر

مسلمان یثرب میں جانے کے بعد ان تکالیف کو فراموش نہ کر سکے تھے جو مشرکین مکہ کے ہاتھوں انہیں پہنچی تھیں۔ ان کے دل میں بدلہ کا جذبہ موجزن تھا اور مشرکین سے انتقال لینے کی فکر میں تھے' لہٰذا وہ مشرکین کی تاک میں تھے۔

اور وہ اس راستہ کے ذریعہ ممکن تھا جو شام اور مکہ کے درمیان تھا' کیونکہ مشرکین کے لیے مدینہ کے قریب اس راستہ سے گزرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا' لہٰذا وہ مشرکین

besturdubooks.wordpress.com

کی تاک میں بیٹھ گئے کہ جیسے ہی انہیں موقع ملے گا سب اس کے لیے جمع ہو جائیں گے۔

بہر حال مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ مکہ والوں کا ایک قافلہ شام سے تجارتی مال لے کر آ رہا ہے۔ عمرو بن خضرمی اس قافلہ کی قیادت کر رہا تھا' مسلمانوں نے اس قافلہ پر حملہ کر دیا اور کافروں کے مال پر قبضہ کر لیا' بہت سے مردوں کو قیدی بنا لیا اور ابن خضرمی کو قتل کر دیا۔

جب یہ تمام اطلاعات مکہ والوں کو ملیں تو وہ غصہ و افسوس سے لبریز ہو گئے' وہ ان خبروں کی حقیقت وجھوٹ ہونے میں متردد تھے کہ اچانک ضمضم بن عمرو غفاری کی آواز فضا کے پردے چیرتی ہوئی ان کی سماعت سے ٹکرائی:

''اے قریش کے لوگو.......... مشک بردار قافلہ کو بچا لو، مشک بردار قافلہ کو بچالو.......... تمہارے مال ابوسفیان کے ساتھ محمد اور اس کے ساتھیوں کے نشانہ میں ہیں اور میں تمہارے لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ تم ان کو بچالو...... مدد' مدد!!''

جنون اہل مکہ پر غالب آ گیا' کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ جرأت کر سکتا ہے' حالانکہ وہ مکہ سے اس حال میں فرار ہوا ہے کہ نہ اس کے پاس مال تھا نہ لشکر؟ اب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کے خلاف انتہائی قدم اٹھانے کا وقت آ گیا ہے۔

انہوں نے اپنے اسلحہ و جنگی سامان کو جمع کیا' لشکر تیار کیا' لڑائی کی تیاری مکمل کر لی' لیکن ابوسفیان کسی دوسرے راستہ سے سلامتی کے ساتھ مکہ پہنچ گیا اور اہل اسلام کے خلاف ترتیب دیئے جانے والے لشکر میں شامل ہو گیا اور یثرب جانے والے لوگوں میں مل گیا۔ اور پھر اس عظیم الشان اور طاقتور لشکر کا بدر کے مقام میں اس چھوٹی سی جماعت سے مقابلہ ہوا جس کی قیادت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر رہے تھے۔

ابوالعاص کی غزوہ بدر میں شرکت

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ والوں کو اطلاعات پہنچ رہی تھیں وہ لوگوں کو مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے تیار کر رہے تھے' حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے والد اور

besturdubooks.wordpress.com

ان کے ساتھیوں کی کامیابی کی دعا مانگ رہی تھیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے شوہر ابوالعاص کی شرکت پر بہت تعجب ہوا کہ وہ بھی مسلمانوں کے خلاف کفار کے ساتھ نبرد آزما ہونے کا مضبوط ارادہ کر چکے تھے، وہ اپنی عزت و مقام کی بنیاد پر جنگ میں شرکت کرنا چاہتے تھے؟...... ہمیں اس بات کے حقیقی سبب کا ادراک نہیں کہ آخر کس چیز نے انہیں جنگ میں شریک ہونے پر مجبور کیا، کیا انہیں غنیمت کی لالچ تھی؟ یا وہ مشرکین کے لشکر کو اسلحہ فراہم کرنا چاہتے تھے، کیونکہ وہ اسلحہ کے تاجر تھے، یا انہیں اپنی قوم کے لوگوں کی طرف سے ملامت اور عار دلائے جانے کا خوف تھا، یا اس بات کی فکر تھی کہ ان پر اپنی قوم کو شدت و سختی میں چھوڑنے کا الزام لگایا جائے گا اور اس سے مکہ کے سرداروں کے ہاں ان کا مقام و مرتبہ کم ہو جائے گا۔ یا ان کا خیال یہ تھا کہ مکہ والے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غالب آ جائیں گے تو یہ ان کی سفارش کریں گے۔ کیونکہ وہ ان کے خالو اور سسر تھے، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا رشتہ بھی آپ ہی نے ابوالعاص کو دیا تھا۔ یہ تمام باتیں ذہن کے دروازہ پر دستک دیتی ہیں، لیکن ان میں سے کسی بات کو قطعی طور پر یقیناً نہیں کیا جا سکتا۔

غزوہ بدر کے موقع پر مسلمان غالب آ گئے اور ابوالعاص کے خواب ہوا کی طرح بکھر گئے، قریشی سردار قتل کر دیئے گئے، بدر کے مقتولین کے نام جب کثرت کے ساتھ مکہ پہنچے تو اہل مکہ نے خیال کیا کہ ایک شخص بھی قتل سے محفوظ نہ رہ سکا۔

ابوالعاص کے انتقال کی افواہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے والد کی کامیابی کی خوشی تھی، لیکن یہ خوشی کامل درجہ کی نہ تھی، انہوں نے اپنے خاوند سے درخواست کی تھی کہ کفار کے ساتھ مشرکین کے مقابلہ کے لیے نہ جائیں، لیکن انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بات کو نہ مانا، اب ان کا نام مقتولین کی فہرست میں تھا، ان کے دونوں بچے یتیم ہو چکے تھے، اس حال

besturdubooks.wordpress.com

میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خوشی کامل کیسے ہوسکتی تھی جبکہ ابوالعاص کا نام بدر میں قتل ہونے والوں کی فہرست میں شامل تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا غموں میں نڈھال حیرت سے سرشار تھیں' ان کی راتیں بغیر نیند کے گزر رہی تھیں حتیٰ کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ان کے دروازہ پر دستک دی' وہ تیزی سے ان کی جانب لپکیں۔ اور ان سے بلاساختہ گویا ہوئیں۔

''اے پھوپھی جان! کیا خبریں ہیں؟''

''زینب! ہر طرح کی خیر و عافیت ہے۔'' عاتکہ نے جواب دیا۔

''ابوالعاص کے بارے میں مطمئن ہوئے بغیر خیر مکمل نہیں ہوسکتی۔'' حضرت زینب نے کہا۔

''تو پھر مطمئن ہو جائیں' کیونکہ ابوالعاص خیریت سے ہیں'' عاتکہ گویا ہوئیں۔

یہ سن کر حضرت زینب خوشی و فرحت سے سرشار ہوگئیں اور حیرت بھرے لہجے میں دریافت کیا:

''اے پھوپھی جان! یہ کیسے ممکن ہے؟''

حضرت عاتکہ نے کہا: ''گھبراؤ نہیں...... وہ قتل نہیں ہوئے بلکہ جنگی قیدی بنا لیے گئے ہیں۔ عنقریب انہیں مدینہ لے جایا جائے گا۔''

''اب استراحت مکمل ہوگئی اور میرے والد کی فتح کی خوشخبری کی فرحت کامل ہوگئی۔'' حضرت زینبؓ نے خوشی سے سرشار ہوکر ارشاد فرمایا۔

ابوالعاص کی قید سے آزادی

مشرکین کے لشکر کے وہ لوگ جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچ نکلے تھے اور قید و قتل سے محفوظ ہوگئے' انہوں نے مکہ پہنچ کر غزوہ بدر کے حالات سنائے۔

مکہ والوں کو خبر ملی کہ مسلمان فدیہ کے بدلہ قیدیوں کو آزاد کرنا چاہتے ہیں' ان

besturdubooks.wordpress.com

قیدیوں میں ابوالعاص بھی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا اور اپنے اصحاب کو یہ ارشاد فرمانے کے بعد انہیں اپنے ساتھ رکھا کہ ''قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''[۱]

مسلمان چاہتے تھے کہ مشرکین سے قیدیوں کے سلسلہ میں اپنا حق وصول کریں' لہٰذا وہ بہت زیادہ فدیہ کا مطالبہ کر رہے تھے اہل مکہ نے مسلمانوں کے اس مطالبہ کو اپنے قیدیوں کو آزاد کروانے کی فکر میں قبول کر لیا تھا' کیونکہ اہل مکہ جلد از جلد اپنے قیدیوں کو آزاد کروانا چاہتے تھے تاکہ اس عار سے نکل سکیں جو ان کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔

قیدیوں کو آزاد کروانے کے لیے آنے والوں میں ابوالعاص کے بھائی بھی تھے' وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''میں زینب بنت محمد کی طرف سے آیا ہوں اور میرے پاس ایک تھیلی ہے'' اس نے وہ تھیلی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا: ''یہ میرے پاس ابوالعاص کا فدیہ ہے۔'' جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تھیلی کو کھولا تو دیکھا تو حیران ہوئے اور فرمایا۔ ''اے زینب! اللہ تیرا بھلا کرے' یہ تو خدیجہؓ کا ہار ہے۔'' پھر خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ ''یہ ہار زینب کی والدہ نے ان کی شادی کے موقع پر انہیں ہدیہ کیا تھا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش ہو گئے۔ انہوں نے معاملہ کی سنگینی کو بھانپ لیا' پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گویا ہوئے اور فرمایا:

''اگر تمہاری رائے ہو کہ زینب کے قیدی کو آزاد کر دو اور اس کے ہار کو بھی واپس کر دو تو ایسا کر لو۔'' سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا: ''جی ہاں! یارسول اللہ (ایسا کر لیجئے)۔''[۲]

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شوہر سے جدائی

ابوالعاص بن ربیع کو آزاد چھوڑ دیا گیا' انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ دونوں نے کچھ دیر مختلف موضوعات پر گفت وشنید کی' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا کہ وہ زنیب کو چھوڑ دیں' کیونکہ دین کے مختلف ہو جانے کی وجہ سے زینب رضی اللہ

۱۔ کنز العمال (۱۱۰۳۶)   ۲۔ ابوداؤد (۲۶۹۲) واحمد (۶/۲۷۶)

besturdubooks.wordpress.com

عنہا ان کے لیے حلال نہیں، ابوالعاص تا حال قریش کے دین پر تھے، جبکہ اسلام نے اس بات کو ممنوع قرار دے دیا کہ کوئی مشرک کسی مسلمان عورت سے شادی کرے، اور اگر ممانعت سے پہلے ان کی شادی ہوئی تو اسلام ان کے نکاح کے بقاء کو ممنوع قرار دیتا ہے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو اسلام کی دعوت کے ابتدائی وقت میں مسلمان ہو چکی تھیں۔ لہٰذا ابوالعاص نے وعدہ کیا کہ وہ مکہ جا کر مدینہ آنے کے لیے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا راستہ چھوڑ دیں گے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ وہ ایک انصاری صحابی کو ساتھ لے جائیں، وہ دونوں ''یاجج'' نامی جگہ جا کر حضرت زینب کے گزرنے کا انتظار کریں، اور انہیں مدینہ خیریت و عافیت سے پہنچا دیں۔

جب ابوالعاص بن ربیع مکہ پہنچے تو اپنی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ اپنے والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب یعنی مدینہ جانے کی تیاری کر لیں، پھر اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کو حکم دیا کہ ان کے لیے اونٹ تیار کریں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے اونٹ پر سوار ہو گئیں، کنانہ نے اپنی کمان کو پکڑا، تلوار کو لٹکایا اور دن کے وقت اونٹ کی لگام پکڑے لوگوں کے سامنے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو کجاوہ میں بٹھا کر لے کر چل پڑے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی مدینہ کی طرف روانگی

قوم قریش کو اس واقعہ کی خبر ہو چکی تھی۔ ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ کو بھی اطلاع پہنچی، غزوہ بدر کے واقعات اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم رہے تھے اور جنگ کے مقتولوں کے چہرے اس کے تصورات میں چھائے ہوئے تھے، وہ روزانہ قریش کی محافل میں جاتی، لوگوں کو مسلمانوں سے انتقال لینے پر برانگیختہ کرتی، کیونکہ انہوں نے اس کے باپ عتبہ بن ربیعہ، چچا شیبہ، اس کے بھائی ولید ابن عتبہ، اس کے چچا زاد عبیدہ اور عاص بن

besturdubooks.wordpress.com

سعید بن العاص اور اس کے سوتیلے بیٹے حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب کو قتل کر دیا تھا۔

ہند حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئی' حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس گفتگو کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں ''میں مکہ میں اپنے والد کے پاس جانے کی تیاری کررہی تھی کہ ہند بنت عتبہ میرے پاس آئیں اور کہا: ''اے محمد کی بیٹی! میں نے سنا ہے کہ تو اپنے والد کے پاس جارہی ہے' کیا واقعی ایسا ہے؟'' میں نے کہا کہ ''میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔''

ہند نے کہا: آپ ایسا نہ کریں...... اگر آپ کو سفر میں ضرورت کو پورا کرنے کا سامان درکار ہو یا اپنے والد تک پہنچنے کے لیے مال کی ضرورت ہو تو میں آپ کی ضروریات پوری کرسکتی ہوں، آپ مجھ سے ڈریں مت کیونکہ جو دشمنی مردوں کے مابین ہے وہ عورتوں کے درمیان داخل نہیں ہوسکتی۔''

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی گفتگو ختم کرتے ہوئے فرمایا: ''میرا یہی خیال ہے کہ اس نے یہ کام کرنے کی نیت سے ہی کہا تھا' لیکن مجھے اس سے کچھ خوف تھا' اس لیے میں نے اس کے سامنے ارادہ کا اظہار کرنا مناسب نہ سمجھا' پھر میں نے یثرب آنے کی تیاری کی اور چل پڑی۔''

کفار کی طرف سے مشکل کا سامنا

کفار مکہ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مکہ سے نکلنے کا علم ہوگیا' لہٰذا انہوں نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا پیچھا کیا' سب سے آگے ھبار ابن الاسود اور نافع یا خالد بن عبدقیس تھے' ہبار نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اونٹ کو نوکدار مہمیز چھبوئی اور انہیں چٹان پر گرا دیا۔ ان دنوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا حاملہ تھی اور آپ کے حمل کو چار ماہ گزر چکے تھے حمل ساقط ہوگیا' حمل کے ساقط ہونے کی وجہ سے انہیں ضعف اور مرض لاحق ہوگیا۔

besturdubooks.wordpress.com

ابوالعاص کا بھائی کنانہ (جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا) لوگوں سے لڑنے کو تیار ہوا لیکن وہ لوگ اس سے بہت دور تھے۔ ابوسفیان دور کھڑا ہوا کنانہ بن ربیع سے گفتگو کرنے لگا اور پکار پکار کر کہا:

''ہم آپ سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے حملہ کو روک لو'' ابوسفیان ان کے بالکل قریب آیا اور کہا: ''اے کنانہ ابن الربیع! تو نے درست کام نہیں کیا، تو علی الاعلان اس عورت کو لوگوں کے سامنے لے کر نکلا حالانکہ تجھے اس مصیبت کا علم تھا، جو ہمیں لاحق ہوئی تھی۔ اور تجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم پر حملہ کا بھی علم ہے، لوگ یہ خیال کر رہے ہیں کہ یہ مصیبت ہمیں بزدلی کی وجہ سے پہنچی ہے۔ اور اب ہم کمزور اور شکستہ دل ہو چکے ہیں۔ بخدا ہمیں زینبؓ کو اس کے والد کے پاس جانے سے روکنے کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن جب آوازیں ماند پڑ جائیں گی اور لوگ یہ باتیں کرنے لگیں گے کہ ہم نے اسے واپس کر دیا ہے تو خاموشی سے اسے لے جانا اور اسے اس کے والد سے ملا دینا۔''

جب ہند بنت ربیعہ کو اس سارے واقعہ اور حضرت زینبؓ کی واپسی کا علم ہوا تو انہیں بہت دکھ ہوا، وہ اپنی قوم کا مذاق اڑانے لگیں اور انہیں ملامت کرتے ہوئے کہا'' کیا ایک عورت کے خلاف معرکہ لڑ رہے ہو؟ یہ بہادری یوم بدر میں کیوں نہ تھی......؟

افی السلم اعیار جفاء وغلظة

وفی الحرب اشباه النساء العوارک

''امن کے موقع پر سخت اوپچھاڑنے والے بہادر گدھے بن جاتے ہو۔ جبکہ لڑائی میں پردہ نشین عورتوں کے مثل ہو جاتے ہو۔''

(یعنی امن کے موقع پر غصہ، بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ تو کرتے ہو، لیکن جنگ میں شریف عورتوں کی طرح شرمیلے بن جاتے ہو۔)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مقام ''ذوطوی'' تک پہنچ چکی تھیں لیکن ان کے خالہ زاد کنانہ بن ربیع مجبور تھے کہ انہیں واپس مکہ لائیں۔ کیونکہ ان کا حمل بھی ضائع ہو چکا تھا اور کمزوری اور ناتوانی کا شکار ہو چکی تھیں۔

besturdubooks.wordpress.com

کچھ دن وہ گھر میں رہیں، آرام کیا پھر سفر شروع کیا، یہاں تک کہ مدینہ کے قریب زید بن حارثؓ اور ان کے ساتھ موجود صحابی سے ان کی ملاقات ہوئی اور آپ مدینہ پہنچ گئیں۔

یہ تمام حالات حضور ﷺ تک پہنچ چکے تھے، ان پر آپ غمگین بھی تھے اور غضب ناک بھی......اور آپ نے حضرت زینب کی تکلیف کا بدلہ لینے کا حکم بھی فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ نے ایک سریہ روانہ کیا، میں بھی اس میں شامل تھا، آپ نے ہمیں حکم فرمایا کہ اگر تم ہبار بن الاسود اور نافع بن عبد قیس کو پکڑو تو ان دونوں کو جلا دو'' آپ نے اگلے دن ہمیں بلوایا اور فرمایا'' میں نے تمہیں ان دونوں آدمیوں کو جلانے کا حکم دیا تھا، لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی کے لئے کسی کو آگ کا عذاب دینا ٹھیک نہیں، اگر تم ان دونوں کو پکڑو تو قتل کر دو۔''[1]

مدینہ میں حضرت زینبؓ کے حالات زندگی

حضرت زینبؓ اپنے بچوں کے ساتھ اپنے والد ﷺ کی سرپرستی میں زندگی گزارنے لگیں، حضور ﷺ ان سے ملاقات کرتے۔ اپنے نواسے اور نواسی کو پیار کرتے، حضرت زینبؓ بھی کبھی مسجد میں حاضر ہوتیں اور دیکھتیں کہ رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے امور میں مصروف ہیں۔ اور آپ کی دعوت بجلی کی رفتار سے دنیا کے ملکوں میں پھیلتی جا رہی ہے، لیکن مکہ اور مدینہ والوں کے درمیان دشمنی بڑھتی جا رہی تھی۔ مسلمان ان تکالیف کو فراموش نہ کر سکے تھے جو انہیں قریشی سرداروں کے ہاتھ سے پہنچی تھیں۔ دشمنی بدستور قائم تھی، اور انتقام کے موقع کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ مسلمانوں صحراؤں کا چکر لگایا کرتے تھے تا کہ شام سے آنے یا شام کی طرف جانے والے کسی کافر کو پکڑ لیں، اور مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے لشکر ان کے تاجروں اور قافلوں کو تلاش کرتے تھے تا کہ مکہ

[1] ابن ابی شیبہ (۱۲/۳۸۹)

besturdubooks.wordpress.com

کے لوگوں کو پکڑ لیں اور ان کا سامان تجارت حاصل کر لیں۔

تجارتی قافلہ پر مسلمانوں کا حملہ اور ابو العاص کا نقصان

اسی طرح ایک مرتبہ وہ صحرا کا چکر لگا رہے تھے کہ انہوں نے شام سے ایک قافلہ آتے ہوئے دیکھا، یہ اس کی گھات میں بیٹھ گئے پھر اس کو گھیر لیا، جو کچھ ان کے پاس تھا سارے کا سارا چھین لیا، اگر اس قافلہ کے افراد قتل کے خوف سے فرار نہ ہو جاتے تو مسلمان ان کو قیدی بنا لیتے۔

قافلہ کے افراد اپنے شہر مکہ پہنچے، سوائے ابو العاص کے، کیونکہ وہ مستقبل کی منصوبہ سازی کر رہا تھا، بہت سے قریشی لوگوں نے اسے بہت سا مال دے رکھا تھا، جس کی واپسی کا وہ ذمہ دار تھا، وہ کوئی ایسا حل سوچ رہا تھا جس کے ذریعہ سارا یا بعض مال واپس لینے کا انتظام ہو جائے، یا پھر کوئی ایسا کام کرے جس سے مکہ والوں کو معلوم ہو جائے کہ اس نے اپنے پاس موجود مال میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی، اور اس نے اس مال کی خاطر وہ سب کچھ کیا جو اس کی قدرت میں تھا۔

مال کی واپسی کے لئے ابو العاص کا حیلہ

آخر کار ابو العاص اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ اپنی خالہ زاد حضرت زینب ؓ کے پاس جائے اور ان سے مال کی واپسی کا کوئی راستہ نکلوائے۔

جب رات ہوئی، وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں مدینہ داخل ہوا، چلتے چلتے سیدہ زینب کے گھر پہنچا، اس نے حضرت زینب ؓ کو پناہ کے لئے پکارا، حضرت زینب نے اسے پناہ دے دی۔ صبح کی روشنی نمودار ہو چکی تھی، نمازی صبح کی نماز کی تیاری کر رہے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''اللہ اکبر'' فرمایا اور باقی لوگوں نے بھی ''اللہ اکبر'' کہا، اچانک سب نے ایک آواز سنی، یہ حضرت زینب ؓ کی آواز تھی، وہ کہہ رہی تھیں:

''اے لوگوں .... میں نے ابو العاص کو پناہ دے دی ہے''

besturdubooks.wordpress.com

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف توجہ ہوئے اور فرمایا:

''اے لوگوں...... جو میں نے سنا وہ تم نے سنا ہے؟''

لوگوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا، یہاں تک کہ میں نے بھی وہی سنا جو تم نے سنا ہے، مسلمانوں کا ادنی ترین شخص بھی پناہ دے سکتا ہے، اور تحقیق جس کو زینبؓ نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔''[۱]

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کے پاس تشریف لائے، حضرت زینبؓ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے میری بیٹی! اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو، لیکن وہ آپ کے بارے میں بے لوث نہ ہونے پائے کیونکہ اب آپ اس کے لئے حلال نہیں ہیں۔''[۲]

حضرت زینبؓ کا ابوالعاص پہ احسان

ابوالعاص نے حضرت زینبؓ کو ساری بات سنائی، کہ وہ مسلمان ہو کر نہیں آئے، بلکہ وہ تو کسی اور کام کے لئے آئے ہیں، یعنی صورت حال یہ ہے کہ وہ اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے تجارت کی غرض سے شام سے واپس آرہے تھے، ان کے ساتھ کچھ قریشی مرد بھی تھے کہ اچانک مسلمانوں کی ایک جماعت نے ان پر حملہ کر دیا جس میں زید بن حارثؓ بھی تھے اور ان کے ساتھ ایک سو ستر آدمی تھے، انہوں نے قریشیوں سے سارا مال چھین لیا، اور قریشی قتل کے خوف سے فرار ہوئے اور یہ بھی ڈرتے ہوئے اپنی خالہ کی بیٹی کے گھر میں پناہ گزین ہوئے ہیں۔ حضرت زینبؓ نے کہا'' میں اپنی خالہ کے بیٹے اور علی اور امامہ کے والد کو خوش آمدید کہتی ہوں۔''

---

۱ البیہقی ۹/۹۵ ۲ المستدرک ۳/۲۳۶

besturdubooks.wordpress.com

جب سورج خوب روشن ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو بھیجا جو ابو العاص کو مسجد لے آئے، یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے، ان کے ساتھ وہ آدمی بھی تھے جنہیں ابو العاص اور اس کے ساتھیوں کا مال حاصل ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا:

''اس آدمی کا جو مقام ہمارے نزدیک ہے وہ تم جانتے ہو، تمہیں اس کا مال حاصل ہوا ہے، اگر تم احسان کرو اور اس کا مال اس کو واپس کر دو تو تمہیں میری محبت حاصل ہوگی۔ اور اگر تم انکار کرو تو یہ اللہ کی طرف حاصل ہونے والا مال غنیمت ہے، اور تم اس کے حق دار ہو۔''[۱]

ایک صحابی نے ابو العاص کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے ابو العاص! تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا اور اللہ کا شکر ادا کیوں نہیں کرتا کہ اس نے تیرا مال تجھے واپس کر دیا ہے۔''

ابو العاص نے جواب دیا'' یہ تو اسلام شروع کرنے کا بہت برا طریقہ ہے کہ میں امانت میں خیانت کروں، اور مال ایک امانت ہے جس کا اس کے مالکوں کو واپس کرنا ضروری ہے۔''

''صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم ابو العاص کا مال واپس کر رہے ہیں......''

اور وہ سب مل کر جلدی جلدی ان کا مال واپس کرنے لگے، یہاں تک کہ اگر کوئی ڈول، چھوٹا برتن یا پرانا مشکیزہ بھی لایا تھا، اسے بھی واپس کر دیا، کسی نے اپنے پاس قریش کے مال میں سے کچھ نہ چھوڑا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ فرماتے ہوئے رخصت کیا:

''اس نے مجھ سے گفتگو کی، سچ بولا، مجھ سے وعدہ کیا اور وعدہ پورا کیا''

---

۱ المستدرک ۳/ ۲۳۷ ۲ البخاری (۴/ ۱۰۲، ۵/ ۲۸، ۷/ ۲۶)

besturdubooks.wordpress.com

ابوالعاص کی قبولیت اسلام کا واقعہ

ابوالعاص قریش کے پاس ان کا سارے کا سارا مال لے کر پہنچا، جس میں ایک بھی چیز کم نہ تھی، ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ لے لیا، لوگوں نے اسے کہا کہ بتا تو سہی کہ آخر کس طرح تو نے یہ سارا مال یثرب والوں سے واپس لے لیا۔

ابوالعاص نے کہا:

''تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔''

لوگوں نے کہا: ہم خاموشی سے تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ تو نے ہمارے مال پورے پورے ہمیں واپس دلوا دیئے۔''

''ایک بات اور ہے'' ابوالعاص گویا ہوئے۔

''اے ابن الربیع! وہ کیا ہے؟ ہم نے آپ کو معزز وعدہ پورا کرنے والا پایا ہے'' لوگوں نے کہا۔

ابوالعاص نے کلمہ شہادت کی گواہی دی، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا اعلان کیا اور لوگوں سے کہا:

''خدا کی قسم! مجھے اسلام سے صرف اس بات نے روکا کہ تم میرے بارے میں بدگمانی کرو گے کہ میں نے اسلام کا ارادہ تمہارے مال کھانے کی غرض سے کیا ہے، جب اللہ نے تمہارے مال تمہیں ادا کر دیئے تو میں فارغ ہو گیا ہوں اور اسلام لایا ہوں......''

لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے، پھر اپنے مالوں کے پاس آئے تا کہ اس بات کا یقین کر لیں کہ کہیں ابوالعاص نے مال میں کوئی کمی تو نہیں کی۔ ان لوگوں کے نزدیک ابوالعاص کا اسلام زیادہ اہمیت کا حامل نہ تھا، کیونکہ ان میں سے بہت سے لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے یثرب کا سفر شروع کر چکے تھے۔

ابوالعاص ؓ نے اپنے مال وسامان وغیرہ کو جمع کیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے،

besturdubooks.wordpress.com

مکہ میں موجود قریش کے باقی ماندہ سرداروں سے کوئی بات نہ کی، جب مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تو مسلمان انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور انہیں مبارک باد دی کہ انہوں نے مسلمانوں کی صفوں میں ملنے کا فیصلہ کر لیا ہے، وہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ حضور ﷺ نے ان کی بہت تعریف کی اور ابو العاص کو لے کر اپنے گھر چل پڑے۔

حضرت زینبؓ کے نکاح کی تجدید اور وفات

حضور ﷺ حضرت زینبؓ کو بلایا اور دو گواہوں اور ایک ولی کی موجودگی میں نکاح جدید کروایا...... بعض مورخین کے نزدیک پہلے نکاح کو ہی لوٹایا تھا۔

حضرت ابو العاصؓ زینبؓ اور ان کے بچے علی اور امامہ جمع ہو گئے، اس تعلق کو ایک سال گزرا تھا کہ ۸ سن ہجری شروع ہو گیا، حضرت زینبؓ اس واقعہ کی وجہ سے ابھی تک متاثر تھیں جو انہیں پہلی مرتبہ مدینہ آتے ہوئے پیش آیا تھا، ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا اور وہ چٹان پر گر گئی تھیں وہ اس تکلیف کو محسوس کرتی رہیں، مرض بڑھتا رہا، کوئی علاج معالجہ اور ابو العاص کی تیمارداری و دیکھ بھال راس نہ آئی، حضرت زینبؓ بستر پر پڑی اللہ کے امر کا انتظار کرنے لگیں، یہاں تک کہ آخری وقت آیا اور وہ دار آخرت کی طرف منتقل ہو گئیں۔

حضور ﷺ غمگین دل کے ساتھ تشریف لائے، ان کے لئے اللہ سے دعا کی، عورتوں کو نصیحت کی کہ ان کو طاق عدد میں غسل دیں اور آخر میں انہیں کافور خوشبو لگائیں۔

حضرت زینبؓ کی نماز جنازہ حضور ﷺ نے پڑھائی پھر مدینہ میں موجود صحابہ کرام نے انہیں ان کے آخری گھر میں منتقل کر دیا، اللہ تعالیٰ حضرت زینبؓ پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو۔

حضرت زینبؓ کی اولاد کا اجمالی تعارف

ابو العاص نے حضرت زینبؓ کی وفات کے بعد چار سال مسلمانوں کے ساتھ

besturdubooks.wordpress.com

گزارے، ان کی لڑائی میں دشمنوں کے خلاف برسرپیکار ہوئے، انہیں اپنے بچوں علی اور امامہ کو دیکھ کر حضرت زینبؓ کی جدائی کا افسوس ہوتا، اکثر اوقات وہ دونوں بچے اپنے نانا کے پاس جایا کرتے تھے، امامہ چھوٹی بچی تھیں۔ حضور ﷺ اسے اپنے ساتھ مسجد میں لے جایا کرتے تھے، حضور ﷺ کو امامہ میں حضرت زینبؓ کی صورت نظر آتی تھی۔ حضور ﷺ حضرت امامہ کو اپنے کندھے پر سوار کرتے، اسے نماز پڑھواتے، جب سجدہ کرتے تو اسے اتار دیتے، جب سجدہ سے فارغ ہو جاتے اسے پھر اٹھا لیتے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: ''حضور ﷺ کو ایک تحفہ پیش کیا گیا جس میں عقیق یا سنگ سلیمانی کا نگینہ تھا حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں اسے اپنے اہل میں سے سب سے محبوب انسان کو دوں گا۔'' عورتوں نے کہا: ''یہ بنت ابی قحافہ (حضرت عائشہؓ) کو ہی ملے گا'' لیکن حضور ﷺ نے امامہ بنت زینب کو بلایا اور ان کے گلے میں ڈال دیا۔''

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۱۲ ہجری میں ذوالحجہ کے مہینہ میں ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اپنی بیٹی امامہ کی وصیت اپنے ماموں زاد زبیر بن عوام ابوعبداللہ کے لئے کی تھی۔ علی بن ابوطالب نے امامہ کی خالہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد امامہ کا رشتہ طلب کیا، وہ ان کے ساتھ ہی رہیں، یہاں تک کہ وہ اللہ کے راستہ میں شہید ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات پر امامہ کو شدید غم وحزن لاحق ہوا۔ ان کے غم کی عکاسی ایک جلیل القدر صحابیہ ام ہیثم نخعیہ نے اس انداز میں کی ہے:

اشاب ذؤ ابتی و اذل رکبی   امامة حین فارقت القرینا
تطیف بہ لحاجتھا الیہ   فلما استیأست رفعت رھینا

''میرے بال سفید ہو گئے اور میرے کندھے جھک گئے، جب سے
امامہ نے اپنے ساتھی سے جدائی اختیار کی، اور اپنی ضرورت کی وجہ

besturdubooks.wordpress.com

سے اس کے ارد گرد چکر لگاتی تھی، جب وہ مایوس ہوگئی تو اس کو رہن رکھوا دیا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے حضرت امامہ کو فرمایا تھا: ''اگر آپ کو کسی خاوند کی ضرورت ہو تو میں آپ سے مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے بارے میں راضی ہوں۔''

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، حضرت مغیرہؓ نے حضرت امامہؓ سے کہا:

''اگر آپ اپنا معاملہ میرے حوالہ کر دیں؟''

''ٹھیک ہے'' حضرت امامہ نے جواب دیا۔

''تو میں نے آپ سے شادی کر لی'' حضرت مغیرہؓ نے جواب دیا۔

پھر حضرت امامہ کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

باقی رہے حضرت علی بن زینب رضی اللہ عنہما...... تو ان کا انتقال صغرسنی میں ہی ہو گیا تھا، حضرت علیؓ اور امامہؓ کی وفات کے بعد حضرت زینبؓ کی نسل آگے نہ بڑھ سکی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے گزرے، ایک گورے رنگ کی خوبصورت بچی کو کھیلتے ہوئے دیکھا (چونکہ اس وقت تک پردہ کے احکامات نازل نہ ہوئے تھے) تو اس کے متعلق پوچھا، انہیں بتایا گیا کہ یہ رقیہ بنت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدہ رقیہؓ کے ساتھ نکاح کی خواہش ہوئی، جس کی بنا پر ان کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اُن کا رشتہ مانگیں گے، لیکن انہوں نے اپنے آپ سے سوال کیا: ''اس کے والد محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضروریات کی جائے یا ان کے دوست سے

besturdubooks.wordpress.com

کہا جائے، اور ان کے دوست ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ ہیں، تا کہ وہ خود ہی پیغام نکاح کی ذمہ داری سنبھال لیں"

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام نکاح

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رقیہؓ کا رشتہ مانگنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی کے بارے میں سوچ رہے تھے، لیکن دوسری طرف حضرت رقیہ اور ان کی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا رشتہ مانگنے کا منصوبہ بنایا جا رہا تھا...... عبدالعزی بن عبدالمطلب، ابوطالب کے گھر پہنچ چکا تھا، عبدالعزی کی طبیعت میں تیزی تھی ...... اس نے اپنے بھائی ابوطالب کو بلند آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"کیا ہم اپنی بیٹیوں کے ابن الربیع سے زیادہ حقدار نہیں؟"

"کیا ہوا ہے...... اے عبدالعزی؟"

"ہم بنو ہاشم والے محمد بن عبداللہ کی بیٹیوں کے زیادہ حقدار ہیں۔"

"ہاں، یہ بات تو ٹھیک ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ صراحت کے ساتھ بات کریں۔"

"میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کا رشتہ اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے لئے مانگتا ہوں۔"

"بات تو بڑی سیدھی سی ہے، لیکن میں نے آپ سے کئی مرتبہ کہا، کہ اے بھائی جان! اپنی گفتگو سے اس تیزی کو کبھی نکال بھی دیا کریں۔"

"ہم نے معاملہ تیرے ذمہ چھوڑ دیا ہے، تا کہ تو محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے ارادہ سے آگاہ کر دے۔" عبدالعزیٰ نے معاملہ کو ابوطالب پر ڈال دیا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی عبدالعزی کے بیٹے سے منگنی

ابوطالب اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، اور انہیں عبدالعزی کے ارادہ

besturdubooks.wordpress.com

سے آگاہ کیا، محمد ﷺ نے ابوطالب اور ان کے ساتھ موجود افراد کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا، اور اپنے چچا کی رائے کی موافقت فرمائی۔

اگلے دن گھر اہل واقارب سے بھرا ہوا تھا، وہ سب محمد ﷺ کی ملاقات میں بہت خوشی محسوس کر رہے تھے اور سب چہرے بارونق تھے...... پھر ابوطالب نے گفتگو کی اور اپنی آمد کا مقصود بیان کیا اور کہا:

''اے محمد! ہم آپ کے پاس آپ کی دو بیٹیوں رقیہ اور ام کلثوم کا رشتہ عبدالعزی کے بیٹوں کے لئے مانگنے آئے ہیں، میرا خیال یہ ہے کہ آپ ہمیں انکار نہیں کریں گے۔''

محمد ﷺ نے اپنے چچا کی بات کو خوشی سے قبول کیا اور اپنے چچا عبدالعزی سے بھی خوشی کا اظہار کیا، پھر اپنے گھر والوں سے ملاقات کی اجازت چاہی تاکہ اپنی اہلیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس کی اطلاع دے دیں...... آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس عبدالعزی کی بیوی ام جمیل کو موجود پایا، اسے بھی مبارکباد دی، وہ پہلے ہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنے عزم سے مطلع کر چکی تھی، اس نے بھی اس رشتہ داری اور تعلق کے قائم ہونے پر خوشی اور سعادت کا اظہار کیا۔ محمد ﷺ اپنے چچا کی مجلس کی طرف لوٹے، عبدالعزی حضور ﷺ کی پیغام نکاح پر موافقت سے بہت خوش تھا، اس نے آپ ﷺ سے ہاتھ ملایا اور کہا:

''میرے بیٹے! میں وہ دن نہیں بھول سکتا، جب میری باندی ثوبیہ نے میرے بھائی عبداللہ کی وفات کے بعد تیری پیدائش کی خوشخبری سنائی تھی، مجھے اس خبر پر اس قدر خوشی اور راحت پہنچی تھی کہ میں ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا، کیونکہ اس مبارک بشارت کو سب سے پہلے اسی نے مجھ تک پہنچایا تھا۔''

پھر عبدالعزی نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو محمد ﷺ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

besturdubooks.wordpress.com

''یہ دونوں نوجوان بنی ہاشم قبیلہ سے ہیں، ان میں باپ کی طرف سے بھی اچھا خاندان اور حسب ہے، اوران میں ماں کی طرف سے اچھا خاندان اور حسب ہے، ان کی ماں ام جمیل بنت حرب بن امیہ بن عبد شمس ہے۔''

اس طرح یہ پیغام نکاح کی تقریب ختم ہوگئی۔

حضرت عثمانؓ کی خالہ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پیشین گوئی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبدالعزی کے بیٹوں سے اپنی بیٹیوں کا نکاح کروانے کے فیصلہ کا علم ہوا تو انہیں بہت افسوس اور غم لاحق ہوا، وہ غمگین حالت میں اپنے گھر آئے تو اپنے گھر میں سعدیہ بنت کریز کو پایا، وہ کاہنہ عورت تھی۔ سعدیہ بنت کریز نے حضرت عثمان کو حضرت رقیہؓ سے نکاح ہونے کی قبل از وقت خوشخبری دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''مجھے اس کی بات سے تعجب ہوا کہ وہ مجھے ایسی عورت سے شادی کی خوشخبری دے رہی ہے، جس کی شادی میرے علاوہ کسی اور سے ہو چکی ہے، میں نے کہا: ''اے خالہ! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟''

انہوں نے کہا: اے عثمان! تیرے لئے جاہ ہے اور میرے لئے شان ہے، یہ شخص نبی بالبرھان ہے، اسے حق کے ساتھ بھیجنے والا دیان (یعنی اللہ تعالیٰ) ہے، اس کے پاس آنے والی کتاب تنزیل وفرقان ہے، اس کی اتباع کر، اور بتوں کے دھوکہ کا شکار نہ بن۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تو ایسے معاملہ کا ذکر کرتی ہے جو ہمارے شہر میں واقع نہیں ہوا۔''

سعدیہ بنت کریز نے کہا: ''محمد بن عبداللہ رسول ہیں، اللہ کی طرف سے، اللہ کی تنزیل کے ساتھ اور دعوت دینے والے ہیں، اللہ کے دین کی طرف'' اس نے مزید کہا، ''اس کا چراغ ہی روشن چراغ ہے، ان کا دین ہی کامیابی ہے، ان کا امر ہی نجات والا ہے، ان سے تعلق عزت دلانے والا ہے۔'' (الی آخر)

ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خالہ سعدیہ بنت کریز کی بات کا انکار نہیں کرتے،

besturdubooks.wordpress.com

اس نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے قریب ہونے کی وجہ سے بطور ارہاص اور کہانت کے کہی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول ہونے والا تھا، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کام میں مشغول تھے، اور اپنی دونوں بیٹیوں کی شادی کروانے پر رضامندی کا اظہار فرما چکے تھے۔

ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہو گیا، مقربین نے رسالت، صاحب رسالت اور اس کی دعوت کو پہچان لیا، حقیقت واضح ہو گئی، لوگوں کو اس کا علم ہو گیا۔ بعض لوگوں قبولیت، تصدیق اور آپ پر ایمان میں بہت جلدی کرنے والے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے والوں اور آپ پر اخلاص کے ساتھ ایمان لانے والوں میں سے ایک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میری خالہ کی بات نے میری دل کو بے چین کر دیا، میں سوچتا ہوا جا رہا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی، میں نے انہیں اپنی خالہ کی گفتگو کے متعلق بھی بتایا، انہوں نے کہا: ''اے عثمان! کیا ہو گیا ہے، تو سمجھدار آدمی ہے، تجھ پر حق پوشیدہ نہیں رہ سکتا، جن بتوں کی عبادت تیری قوم کرتی ہے کیا یہ پتھر کے نہیں ہیں، بہرے ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ نفع دے سکتے ہیں، نہ نقصان دے سکتے ہیں؟''

''کیوں نہیں، یقیناً ایسا ہی ہے'' حضرت عثمانؓ نے جواب دیا۔

''بخدا! تیری خالہ سچ کہتی ہے، یہ رسول اللہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت کے ساتھ اپنی مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا ہے، اے عثمان! کیا آپ ان کے پاس چلیں گے؟'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دعوت کا آغاز کر دیا۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد جمع ہوئے، آپ نے فرمایا:

''اے عثمانؓ! اللہ کے حق کو ادا کرو، میں تیری طرف اور ساری مخلوق کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

besturdubooks.wordpress.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کو سنا تو میں نے بے اختیار اسلام قبول کر لیا اور گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ احکامات میں سچے ہیں۔"

اہل مکہ کو خفیہ دعوتِ اسلام

شروع شروع میں دعوت توحید خفیہ انداز میں دی جاتی تھی، قریش چونکہ اپنے معبودوں کے بارے میں بہت متعصب تھے۔ اس لئے قریش کی مجالس میں علی الاعلان دعوت حق کا اظہار نہ کیا جاتا تھا، جو شخص عبادت اور نماز کا ارادہ کرتا مکہ کی گھاٹیوں میں چلا جاتا، اللہ کی عبادت اور نماز کو خفیہ انداز میں ادا کرتا، اس میں پوشیدگی کے باوجود بھی مسلمان مشرکین کی تکالیف سے محفوظ نہ رہ سکے، اور نہ ہی ان کی ناگواریوں اور عیب جوئی سے بچ سکے، بعض مرتبہ مسلمان سختی کا مقابلہ سختی سے بھی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک مشرک آدمی کو اونٹ کی ہڈی مار کر اس کا سر پھاڑ دیا تھا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے لئے بہایا گیا۔

اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی دعوت کی پرواہ نہ کرتے تھے، اور یہ خیال کرتے تھے کہ آپ کی گفتگو کی حیثیت راہب اور حکماء جیسے قس ابن ساعدہ اور ورقہ بن نوفل کی باتوں جیسی ہے، اور وہ خیال کرتے تھے کہ یہ لوگ عنقریب اپنے آباء و اجداد کے دین کی طرف متوجہ ہوں گے، اور آخر کار ان کے بتوں کو غلبہ حاصل ہوگا۔

اہل مکہ کو اعلانیہ دعوتِ اسلام

مسلمان اس پوشیدگی پر قائم تھے کہ اللہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم عطا ہوا کہ اپنی رسالت کا اظہار کریں اور اپنی قوم کو اس رسالت کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ ان سے نہ ڈریں اور ان سے حقیقت کو نہ چھپائیں، اور آپ کو جو مصیبت پہنچے گی وہ آپ کے

besturdubooks.wordpress.com

رفع درجات اور مقام کی بلندی کے لئے ہوگی:

﴿یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَکَ وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِیْنَ﴾ (سورۃ المائدہ: ٦٨)

''اے رسول جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے اسے پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا بے شک اللہ کافروں کی قوم کو راستہ نہیں دکھاتا۔''

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علی الاعلان دعوت دینے اور مشرکین کی باتوں اور افعال کی طرف توجہ نہ کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا:

﴿وَ قُلْ اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ، کَمَا اَنْزَلْنَا عَلَی الْمُقْتَسِمِیْنَ، الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِیْنَ، فَوَ رَبِّکَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِیْنَ، عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ، فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ، اِنَّا کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَهْزِئِیْنَ، الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً آخَرَ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ﴾ (سورۃ الحجر: ٨٩، ٩٦)

''اور کہہ دو بے شک میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں جیسا ہم نے (عذاب) ان بانٹنے والوں پر بھیجا ہے جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے پھر تیرے رب کی قسم البتہ ہم ان سب سے سوال کریں گے اس چیز سے جو کہ وہ کرتے تھے سو تو کھول کر سنا دے جو تجھے حکم دیا گیا اور مشرکوں کی پروا نہ کر، بے شک ہم تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والوں کے لئے کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا خدا

besturdubooks.wordpress.com

مقرر کرتے ہیں سو عنقریب معلوم کرلیں گے۔''

مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ اپنی مجالس میں استھزاء وتحریہ کے ساتھ کیا۔ پھر ساتھ ہی اعلان کا حکم آیا، کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل واقارب ورشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں، اور یہ کہ آپ کے ذمہ صرف دعوت دینا ہے، آپ ان کے قول و فعل سے بری الذمہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہے:

﴿وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ وَاخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فَاِنۡ عَصَوۡکَ فَقُلۡ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ (سورۃ الشعراء: ۲۱۴۔۲۱۶)

''اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ اور جو ایمان لانے والے تیرے ساتھ ہیں ان کے لئے اپنے بازو جھکائے رکھ پھر اگر تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے میں میرے تمہارے کاموں سے بیزار ہوں۔''

اہل مکہ کی اسلام دشمنی

مکہ کے تمام لوگوں کو اس دین کی معرفت ہوگئی، سب لوگ اچھی طرح محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو سمجھ گئے اور ان لوگوں کا ایمان بھی سب کے سامنے آشکار ہو چکا تھا جنہوں نے آپ کی اتباع کی تھی، مکہ کے ہر گھر میں اس نئی دعوت کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام صفا پر کھڑے ہوئے، ایک پتھر بلند کیا، پھر پکارا: ''یا صباحاہ.........'' لوگوں نے کہا: ''یہ کون ہے؟.......

جو آدمی خود جانے کی طاقت نہ رکھتا تھا، کسی قاصد کو بھیج دیتا تاکہ دیکھ لے......

اور اس کو بتا دے، عبدالعزیٰ اور قریش کے دوسرے لوگ جمع ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

besturdubooks.wordpress.com

نے فرمایا:

''اگر میں تمہیں کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے، تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟''

''ہم نے کبھی آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا'' سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

پھر آپ نے فرمایا:

''اے قریش کے لوگو...... خود کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا، اے عباس، رسول اللہ کے چچا! اپنی جان کو جہنم سے بچا، میں اللہ کے بارے میں تیرے کسی کام نہیں آ سکتا، اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ! اور اے رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ! تم دونوں خود کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے معاملہ میں تمہارے لئے کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا، سوائے اس رحم کے، میں تمہیں عذاب شدید سے ڈرانے والا ہوں۔''

عبدالعزیٰ نے کہا:

''تیرے لئے ہلاکت ہو...... تو نے ہمیں اس بات کے لئے جمع کیا تھا؟''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے عبدالمطلب کے خاندان والو...... میں عرب قوم میں کسی نوجوان کو نہیں جانتا جو ان کے پاس مجھ سے بہتر چیز لایا ہو، میں تمہارے پاس دنیا آخرت کی کامیابیاں لایا ہوں۔''

پھر عبدالعزی واپس چلا گیا اور اس کے ساتھ کچھ قریشی مرد بھی تھے۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوتِ حق سے سب زیادہ کینہ اور حسد جس کو لاحق ہوا، وہ حضور

---

[1] من اراد المزید فلیرجع الی سبیل الھدی والرشاد (ج ۲ ص ۴۳۳)، وانساب الاشراف للبلاذری (۱/۸۱) وما بعدھا، وصحیح البخاری کتاب التفسیر (سورۃ المسد) وصحیح مسلم کتاب الفتن رقم (۹۱) ومسند احمد (۳/۴۴، ۹۷)

besturdubooks.wordpress.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا عبدالعزی بن عبدالمطلب اور اس کی بیوی ام جمیل تھے، ام جمیل سفیان بن حرب کی بہن تھی، ان دونوں میاں بیوی کے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بھرا ہوکینہ وحسد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور دعوت الی اللہ سے پہلے نہ تھا۔

پھر ان کی عقل باطن نے انہیں اس بات پر ابھارا کہ وہ اپنے بیٹوں کے لئے قریش کی بہترین لڑکیوں کا انتخاب کریں، لہٰذا انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹیوں رقیہ وام کلثومؓ سے بہتر کسی کو نہ پایا۔ پھر یہ دونوں اپنے خاوندوں عتبہ اور عتیبہ کے گھر منتقل ہو گئیں جو اپنے والد کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔

اگر یہ بات فرض کر لی جائے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توحید کی دعوت دی تو عبدالعزیٰ کے گھر والے اس دعوت کو قبول نہ کرنا چاہتے تھے، اور ان کے لئے بتوں کی عبادت کو چھوڑنا بہت مشکل تھا تو یہ بھی وہ کرتے جو دوسرے بھائیوں نے کیا یعنی اپنے دین پر قائم رہے یا اپنے بھتیجے کی مدد کی یا بالکل خاموشی اختیار کر لی۔

یہ بات عبدالعزی کے دماغ میں نہ آئی، وہ بھول گیا یا اسے بھلا دیا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیٹیاں اس کے گھر میں زندگی گزار رہی ہیں، اور یہ دونوں میاں بیوی جو بات کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کو ناگوار معلوم ہو گی۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا حسد وکینہ

عبدالعزی اور ام جمیل نے محض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آپ کی مخالفت اور آپ کی گستاخی کا ارتکاب نہیں کیا، بلکہ وہ دونوں ہمیشہ ایسے راستہ پر چلے جس پر اہل قریش میں سے کوئی نہ چلا تھا، ہم تاریخ کی کتابوں میں ان دونوں کے علاوہ کسی میاں بیوی کو نہیں پاتے جنہوں نے مل کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی ہو، یہاں تک کہ ابوجہل بھی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچانے میں پیش پیش تھا، اس کی بیوی کے متعلق بھی کوئی ایسی روایت نہیں کہ وہ ابوجہل کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینے میں مشغول ہوئی ہو۔

besturdubooks.wordpress.com

عبدالعزیٰ اپنی بیوی کو وہ ساری کارگزاری سناتا جو اس کی وجہ سے محمد ﷺ کو پہنچتی، اس کے سامنے اپنی سخت دشمنی کا تذکرہ کرتا۔ حضور ﷺ کا مذاق اڑاتے ہوئے اپنی اسلام دشمنی کا تذکرہ کرتا۔ انہیں (معاذ اللہ) بے وقوف قرار دیتے ہوئے ہر وہ بات کرتا جو لوگوں سے کہتا تھا، اسی طرح اس کی بیوی ام جمیل بھی ان تمام باتوں میں اس کے ساتھ شریک ہوتی، بلکہ وہ تو قریش کے گھروں میں جاتی اور حضور ﷺ کی آبرو ریزی کرتی، وہ چاہتی تھی کہ انہیں ایک دھاگہ تک سے محروم کر دیا جائے، تاکہ اس کی وجہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف پہنچے، لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس کی باتوں کی پرواہ نہ کرتیں، اس لئے نہ وہ کبھی اس کے ساتھ شریک گفتگو نہ ہوئی تھیں، اور نہ ہی اس کے برے کلام کا جواب برائی سے دیا، اور نہ ہی اس پر کبھی عتاب کیا کہ وہ دوبارہ کوئی ایسی بات کرتی جس سے حضور ﷺ کی توہین لازم آتی۔ اس بات کا لحاظ کرتے ہوئے کہ وہ ان کی دو بیٹیوں کی ساس ہے، اور نہ ہی ان برائیوں کا جواب دیتیں جو ام جمیل ان کی بیٹیوں کے ساتھ کرتی، جب کبھی ام جمیل ان سے غصہ دلانے والے موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی، سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی ذہانت اور سمجھ کے بول بوتے پر اسے خاموش کروا دیتیں یا اسکا موضوع بدل دیتیں۔

سورۂ لہب کا نزول اور دشمنی میں اضافہ

اللہ رب العزت نے عبدالعزی اور اس کی بیوی ام جمیل کو زیادہ دیر تک اس قسم کی گفتگو کرنے کا موقع نہ دیا، لہٰذا عبدالعزی اور اس کی بیوی کی اس انداز میں تردید کی جس سے ان کی زبان بند ہوگئی، وہ لوگوں کے درمیان ایک قابل ضحک چیز بن کر رہ گئے، اللہ تعالیٰ نے انہیں مردوں، عورتوں، حتی کہ غلاموں کے درمیان بھی ایک مذاق کی چیز بنا دیا...... اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن کی آیات کو نازل کیا، جو پورے جزیرہ میں پڑھی جا رہی تھیں، اور بار بار سنی جا رہی تھیں۔

besturdubooks.wordpress.com

جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ایمان کی دعوت دی اور انہیں اس بات کے لئے جمع کیا کہ وہ حضور ﷺ کی بات سنیں، ان میں سے کسی نے غلط بات نہ کی، بلکہ سب نے آپ کی بات کو ضرور سنا، پھر واپس چلے گئے، لیکن تمام لوگوں کے درمیان میں سے ایک شخص کی آواز بلند ہوئی جس نے اپنے بھتیجے سے کہا:

''تو ہلاک ہو جائے، کیا تو نے ہمیں اس کے لئے جمع کیا تھا؟''

اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی اور اس کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائی:

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّ تَبَّ مَا أَغْنٰى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّ امْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۝﴾ (سورة اللهب كاملة)

''ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا اس کے کام نہ آیا وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑے گا اور اس کی عورت بھی جو ایندھن اٹھائے پھرتی تھی اس کی گردن میں مونج کی رسّی ہے۔''

جونہی یہ سورت نازل ہوئی، مسلمانوں نے اسے زبانی یاد کیا، اسے دہرانے لگے، مشرکین کو اس سورت کے نزول کی خبر ہوئی۔ انہیں اس سے بڑا صدمہ لاحق ہوا، انہوں نے اس سورت کے نزول کے متعلق لکڑیوں کا گٹھا اٹھانے والی ام جمیل اور اس کے خاوند ابوالہب کو مطلع کیا، جب بھی کوئی مشرک کسی دوسرے سے ملتا تو اسے کہتا، کیا تو نے وہ کلام سنا ہے جو محمد نے عبدالعزی اور ام اجمیل کے بارے میں کہا ہے؟، پھر اس کو یہ سورت سناتا۔

اس سورت کے نزول کے بعد ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کی دیوانگی انتہاء کو پہنچ گئی، وہ دونوں محافل، مجالس اور گھروں میں گفتگو کا موضوع بن گئے، یہ سورت لوگوں کی زبان زد عام ہوگئی بعض لوگ ان پر رحم کر رہے تھے اور بعض ان کو ملامت کر

besturdubooks.wordpress.com

رہے تھے کیونکہ انہوں نے اپنے بھتیجے کو تکلیف دینے میں حد سے تجاوز کیا تھا، اور کچھ لوگ ان کے برے اخلاق و عادات کی وجہ سے ان کو برا کہہ رہے تھے۔

مسلمان بھی اس سورت کے نزول کے بعد بہت خوش تھے، جب بھی کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی سے ملتا اسے سلام کرتا، اس کے سامنے سورۃ لہب کی تلاوت کرتا، پھر اللہ کا شکر ادا کرتا جس نے ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کے مکر کو توڑ کر رکھ دیتا تھا۔

دونوں صاحبزادیوں کو طلاق اور عتیبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا

اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس کمینے شخص سے بدلہ لیں۔ جس نے اپنے نفس کو اس فضول کام میں لگا رکھا تھا، اگر وہ قرابت و رشتہ داری کا خیال کرتے ہوئے اپنی زبان کو اس ایذاء رسانی سے روک لیتا تو کیا اس پر یہ عتاب نازل ہوتا؟ اگر ام جمیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہنے سے رک جاتی، اپنے گھر میں ٹھہرتی، اپنے ساتھ رہنے والی دو بابرکت صاحب زادیوں کا خیال کرتی تو اس پر بھی اللہ کا عتاب نازل نہ ہوتا، لیکن اس نے ایسا کام کیا جس کی وجہ سے وہ اللہ کے عذاب، غصہ اور لعنت کی مستحق بن گئی۔

اس سورت کے نزول کے بعد ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل غیظ و غضب کا نشان بن گئے، انتقام کا جذبہ ان میں انگڑائیاں لینے لگا، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدلہ لینے کی ٹھان لی، پھر ابولہب نے اپنے بیٹے عتبہ کو بلایا، وہ غضبناک بیل کی طرح دھاڑ رہا تھا، غصہ سے سرشار جھاگ نکال رہا تھا، گالیاں اور سب و شتم بک رہا تھا، پھر اس نے عتیبہ اور عتبہ کو بلایا، ان دونوں کو وہ بات سنائی جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عتبہ اور عتیبہ کے والدین کے بارے میں کہی تھی، پھر ان دونوں سے کہا، ''اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹیوں سے جدائی اختیار نہ کرو تو میرا تم سے ملاقات کرنا حرام ہے۔''

besturdubooks.wordpress.com

بد بخت عتیبہ نے کہا: ''میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جاؤں گا اور اسے اس کے رب کے بارے میں ایذاء پہنچاؤں گا۔'' لہٰذا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ابو طالب بھی موجود تھے، عتیبہ آیا اور اس نے معبود حقیقی کو برا بھلا کہا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثومؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ کیا، اور طلاق دے دی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بددعا دیتے ہوئے فرمایا:

''اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا چھوڑ دے۔''[1]

ابو طالب نے اظہار ناگواری کیا اور کہا: ''اے بھتیجے! یہ بددعا تیرے کس کام آئی ہے؟''

اسی طرح عتبہ نے بھی حضرت ام کلثومؓ کو طلاق دے دی۔

حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما دونوں اپنے والدین کے گھر واپس لوٹ آئیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس بات کی طاقت رکھتی تھیں کہ اپنی بیٹیوں کا بوجھ برداشت کریں، انہیں اللہ کی منشاء اور فیصلہ پر راضی رہنے کی ترغیب دی۔ تسلی دلوائی اور اس بات کی نصیحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ خیر کا فیصلہ فرمایا ہے۔

ام جمیل کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء رسانی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو طالب کے ہاں سے رخصت ہو کر حرم پہنچے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، دونوں گفتگو کرنے لگے، ابھی وہ بات چیت کر رہے تھے کہ اچانک حمالۃ الحطب یعنی ام جمیل وہاں پہنچ گئی، اس نے ابو بکرؓ کو آواز دی، اس کے ہاتھ میں پتھر تھا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر یہ پتھر مارنا چاہتی تھی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! یہ عورت ایذاء رسانی کے ارادہ سے آئی ہے، اگر آپ کھڑے ہوئے تو یہ آپ کو تکلیف دے گی۔''

---

[1] انظر: کنز العمال (۳۵۵۰۶)

besturdubooks.wordpress.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گی......''[1]

ام جمیل قریب پہنچی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تیرے ساتھی نے میری توہین کی ہے۔''

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! انہوں نے تیری توہین نہیں کی۔''

ام جمیل نے کہا: ''اس نے میرے بارے میں یہ شعر کہے ہیں، چمکتے ہوئے ستاروں کی قسم میں بھی شاعرہ ہوں:

مذمما ابینا و دینه قلینا

و امره عصینا

''ہم نے قابل مذمت کام کرنے والے کا انکار کیا اس کے دین کو
چھوڑ دیا اور اس کے امر کی نافرمانی کی۔''

اللہ تعالیٰ نے قریش کی برائیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھیر دیا، اور آپ سے حمالہ حطب کی برائیوں کو بھی دور کر دیا، وہ کسی قابل مذمت شخص کو برا بھلا کہتی تھی نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔

ام جمیل واپس چلی گئی اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ام جمیل کے درمیان آڑ ڈال دی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ سکی حالانکہ آپ اس کے سامنے تھے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقصان پہنچانے آئی تھی، تاکہ ایسا کر کے اپنے دل میں حسد وبغض کی بھڑکنے والی آگ کو ٹھنڈا کر سکے۔

﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ (سورۃ یوسف: ۶۴)

''اللہ تعالیٰ بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور سب سے زیادہ رحم
کرنے والا ہے۔''

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ابولہب اور اس کی بیوی کے ان کرتوتوں پر بہت

---

[1] الحاکم (۳۶۱/۲)

besturdubooks.wordpress.com

افسوس تھا۔ عتیبہ بن ابی لہب کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدکلامی کی وجہ سے انہیں اور بھی زیادہ تکلیف پہنچی تھی، لیکن جب انہوں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتیبہ کے لئے بددعا کی ہے تو وہ مطمئن ہوگئیں کہ اب اللہ عنقریب عتیبہ سے انتقام لے گا۔

عتیبہ کی شیر کے ذریعہ ہلاکت

عتیبہ اپنے والد کے ساتھ قریش کی ایک جماعت میں تجارت کے لئے شام کی طرف روانہ ہوا، انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، ان کے پاس ایک راہب آیا اور کہا: ''اس جگہ بہت سے درندے پائے جاتے ہیں۔''

یہ سن کر عتیبہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا یاد آگئی، اس نے اپنے والد سے اس کا ذکر کیا، ابولہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ''اے قریشیوں! آج رات ہماری نگرانی کرو، کیونکہ مجھے اپنے بیٹے کے بارے میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بددعا کا خوف ہے، تم سب اپنا سامان اس جگہ جمع کرو، میرے بیٹے کا بستر بچھاؤ اور سب اس کے اردگرد بستر ڈال لو۔'' لوگوں نے ایسا ہی کیا، اپنے اونٹوں کو جمع کیا، انہیں بٹھایا، عتیبہ کو حفاظت کے ساتھ اپنے درمیان میں سلا دیا۔

جب وہ سب سو گئے، ایک شیر لوگوں کے چہروں کو سونگھتا ہوا آیا۔ جب وہ عتیبہ کے پاس پہنچا اس نے لوگوں کے درمیان سے عتیبہ پر حملہ کر دیا اور اس کا سر کاٹ دیا، جب لوگ بیدار ہوئے، ابولہب نے کہا، ''خدا کی قسم، مجھے یقین تھا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بددعا سے نہیں بچ سکتا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں بیٹیوں میں سے کسی نے اپنے والدین سے شکایت نہ کی، بلکہ انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے انہیں ابولہب کی بیوی کی مکاریوں سے محفوظ کر دیا۔ انہوں نے تمام حالات کا صبر وتحمل سے مقابلہ کیا، کیونکہ یہ معاملہ دوبارہ انہیں کبھی لاحق نہ ہوگا۔

رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما واپس آچکی تھیں، دعوتِ اسلام مکہ میں پھیل چکی

besturdubooks.wordpress.com

تھی، دشمنوں کی تکالیف اور بدسلوکی کو مسلمانوں کی وہ چھوٹی سی جماعت برداشت کر رہی تھی جو محمد ﷺ کے گھر آیا کرتے تھے، تاکہ وحی کے نزول سے حاصل ہونے والے احکامات کو زیادہ سے زیادہ معلوم کر سکیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غور وفکر کیا، وہ ان لوگوں میں سے تھے جو محمد ﷺ کے گھر آیا کرتے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے اعلیٰ لوگوں میں سے تھے اور عبد شمس کی طرف منسوب تھے، آپ کا پورا نام ''عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس'' تھا، حضرت عثمانؓ والد کی طرف سے ''عبد مناف بن قصی'' تک پہنچ کر حضور ﷺ سے جا ملتے ہیں اور والدہ کی طرف سے ''عبد المطلب بن ہاشم'' سے ہی آپ کا سلسلہ نسب حضور ﷺ سے مل جاتا تھا، کیونکہ آپ کی نانی ''بیضا'' حکیم بن عبد المطلب کی بیٹی تھیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگا، حضور ﷺ نے اس طلب کو قبول فرمایا، ان دونوں کے لئے قبولیت اور برکت کی دعا فرمائی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس عقد پر بہت خوش تھیں، اور ان کے خیال کے مطابق یہ معاملہ محض اللہ کی توفیق سے ہوا تھا۔

شادی کی تقریب میں بہت سے مسلمان شریک تھے، جانور ذبح کئے گئے، تمام حاضرین زبان حال سے گویا تھے:

احسن زوج راٰہُ انسان رقیة و زوجها عثمان

''بہترین جوڑا جسے انسان نے دیکھا ہے، حضرت رقیہ اور ان کے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ہیں۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بابرکت تجارت والے، مالدار اور صاحب حیثیت شخص تھے، ان میں سخاوت وفیاضی اور عمدہ اخلاق کی کثرت موجود تھی۔ اہل مکہ بھی ان کی سخاوت و

besturdubooks.wordpress.com

فیاضی کا اعتراف کرتے تھے، لیکن مشرکین ان کو بھی تکالیف دینے سے باز نہ آئے، انہیں بھی وہ مصائب و تکالیف پہنچیں جو بتوں کی عبادت کو ترک کرنے والوں، رحمٰن کی بندگی میں آنے والوں اور محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں آنے والوں کو لاحق ہوئی تھیں۔

قریش والوں نے انہیں برا بھلا کہا، تجارت میں ان سے مقاطعہ کیا، ان کے قبیلہ نے ان سے جھگڑا کیا، ان سے بغض و عداوت کا اظہار کیا اور انہیں بھی ان لوگوں کے ساتھ شمار کیا جنہوں نے نئے دین کی اتباع کی تھی اور ان کے معبودوں کو گالیاں دینے اور ان کا مذاق اڑانے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاونت کی تھی۔

مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت

مسلمانوں کی ایک جماعت جو کفار کی تکالیف سے تنگ آ چکی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، انہوں نے فیصلہ کیا کہ برائی کا بدلہ برائی اور لڑائی کا بدلہ لڑائی سے دیا جائے، لیکن اکثریت کی رائے یہ تھی کہ ایسا کرنا اس وقت تک فائدہ نہیں دے سکتا جب تک مسلمان کی تعداد کفار کے مقابلہ میں تھوڑی ہے۔

تمام لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ کے منتظر تھے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے جو گفتگو فرمائی اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ کفار کی سختیوں کو روکنے کی قدرت نہیں رکھتے، لیکن ان کو اس بات کا مشورہ دیتے ہیں کہ وہ سرزمین حبشہ کی طرف نکل جائیں، وہاں ایک بادشاہ ہے جس کی موجودگی میں کسی پر ظلم نہیں ہوسکتا، وہ سلامتی والی سرزمین ہے، یہ لوگ وہیں رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کشادگی پیدا فرمادے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں میں سرفہرست تھے۔ ان کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون تھیں، جنہوں نے ہجرت میں اپنے خاوند کی موافقت کی۔ عجیب بات تو یہ تھی کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے کبھی مکہ کو نہ چھوڑا تھا اور نہ ہی ان کے بس میں تھا کہ وہ اپنے گھر کو چھوڑ دیں۔ لیکن اپنے خاوند کی موافقت

besturdubooks.wordpress.com

کی محبت اور ان کی خاطر قربانی کے جذبہ نے ہجرت پر ابھارا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی جدائی برداشت نہ کرسکتی تھیں، لیکن انہوں نے اس جدائی کو محض اس لئے برداشت کیا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ساتھ رہیں۔

یہ نیک بخت خاتون اپنے عظیم خاوند کے ساتھ لمبے سفر کے لئے روانہ ہوگئی۔ یہ ایک بہت مختصر سی جماعت تھی، جو تقریباً دس افراد پر مشتمل تھی۔ آل عثمان میں سے ''ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ'' جو ابوسفیان کی اہلیہ ھند کے بھائی تھے اور ان کی بیوی ''سہلہ بنت سہیل عامریہ'' رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ زبیر بن عوام، مصعب بن عمیر بن ہاشم اور دوسرے اہل و اقارب شاملِ جماعت رفقاءِ سفر تھے۔

یہ ایمانی قافلہ نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں ارض حبشہ میں پہنچا، وہاں امن و امان، عبادت کی آزادی اور اطمینان میسر آیا، ان کے شعراء نے خوشی و مسرت سے سرشار ہوکر اشعار کہے، یہ فرحت بھرے اشعار سرزمین حبشہ سے مکہ مکرمہ پہنچے، قریش کی مجالس میں عبداللہ بن حارث بن سہم کے یہ اشعار پہنچے:

یا راکب بَلّغنَ عنی مغلغلة — من کان یرجو بلاغ اللّٰہ والدین
کل امریٔ من عباد اللّٰہ مضطھد — ببطن مکة مقھور و مفتون
انا وجدنا بلاد اللّٰہ واسعة — تنجی من الذل والمخزاة والھون
فلا تقیموا علی ذل الحیٰوہ و خز — ی فی الممات و عیب غیر مامون
انا تبعنا رسول اللّٰہ و اطرحوا — قول النبی و عالوافی الموازین[1]

''اے سوار میرا یہ خط ہر اس شخص کو پہنچا دے جو اللہ کے پیغام اور دین کے حصول کا ارادہ رکھتا ہے، اور اللہ کے بندوں میں ہر اس شخص کو جو وادی مکہ میں تکلیف اور آزمائش کا شکار ہے، ہم نے اللہ

---

[1] الابیات فی السیرۃ النبویہ، لابن ھشام (ج:۱،ص:۳۲۰)

besturdubooks.wordpress.com

کی سرزمین کو وسیع پایا ہے جو ذلت، رسوائی اور بدنامی سے محفوظ
کرنے والی ہے، تم زندگی کی ذلت، موت کی رسوائی اور غیر مامون
عیب پر قائم نہ رہو، ہم نے اللہ کے رسول کی اتباع کی ہے، انہوں
نے رسول کے قول کو چھوڑ دیا اور میزان میں خیانت کی ہے۔''

اس قسم کے اشعار سے مسلمانوں میں ہجرت کا جوش وولولہ پیدا ہوا اور گروہ در گروہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے، یہاں تک کہ حبشہ کے مہاجرین کی تعداد اسی (۸۰) تک پہنچ گئی، جن میں جعفر بن ابی طالب اور ان کی اہلیہ اسماء بنت عمیس (رضی اللہ عنہما) بھی تھے۔

حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کا سفر

جب حبشہ میں مسلمانوں کو یہ اطلاع ملی کہ ولید بن مغیرہ اور ابواحیحہ مسلمان ہو چکے ہیں اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں نماز بھی ادا کی ہے تو انہوں نے کہا:

''جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو مکہ میں کون باقی رہ گیا ہے؟''

اور کہا:

''ہمارے خاندان والے ہمیں زیادہ محبوب ہیں!!''

لہٰذا وہ سب مکہ کی طرف واپس لوٹے، جب یہ قافلہء اسلام مکہ کے قریب پہنچا تو انہیں مکہ کا ایک شخص ملا جس کا تعلق کنانہ قبیلہ سے تھا، مہاجرین نے اس سے قریش اور ان کی حالت کے بارے میں پوچھا تو اس شخص نے جواب دیا:

''محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں، قریش والے ان کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں۔ ہم نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے۔''

مہاجرین نے دوبارہ حبشہ کی طرف لوٹ جانے کے بارے میں غور وفکر کیا، پھر کہا کہ ہمیں خود مکہ میں داخل ہو کر قریش کے رویہ پر غور کرنا چاہیئے، اور جو شخص اپنے اہل و

besturdubooks.wordpress.com

عیال سے ملنا چاہے، وہ بھی مل لے پھر واپس چلا جائے۔

مکہ واپس آنے والوں میں سیدہ رقیہ اور ان کے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حبشہ سے مکہ آنے والوں کی کل تعداد ۳۳ تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ تمام لوگ مکہ پہنچ گئے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی، لہٰذا جو لوگ جانے چاہتے تھے وہ چلے گئے، ان جانے والوں میں حضرت رقیہؓ اور ان کے خاوند حضرت عثمان بن عفانؓ بھی شامل تھے۔

اس مرتبہ کا خروج زیادہ مشقت پر مشتمل تھا، انہیں قریش کی طرف سے سخت پریشانی کا سامنا تھا، انہیں شدید تکلیف لاحق ہوئی تھی۔ قریش کو اس بات پر بہت غصہ تھا کہ مسلمان شاہ حبشہ نجاشی کے پاس پہنچ گئے جس نے ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوسری ہجرت کا ارادہ کیا تو عرض کیا: ''یارسول اللہ! ہماری پہلی ہجرت اور دوسری ہجرت ...... دونوں میں آپ ہمارے ساتھ نہیں ہیں؟''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے والے ہو، تمہیں ان دونوں ہجرتوں کا ثواب پہنچے گا۔'' حضرت عثمانؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! یہ ہمارے لئے کافی ہے۔''[1]

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے ساتھ دوسری ہجرت میں حبشہ پہنچ گئیں، اس مرتبہ انہیں پہلے سے زیادہ اطمینان، سلامتی، سکون اور امن حاصل ہوا، انہیں کسی نے تکلیف نہ دی، انہوں نے کوئی ناگوار بات نہ سنی، اور انہیں نجاشی کی طرف سے خیر ہی حاصل ہوئی۔

---

[1] سبیل الھدی والرشاد (ج ۲ ص ۵۱۷) وطبقات ابن سعد (ج ۱ ص ۲۱۷) مطبوعہ بیروت

besturdubooks.wordpress.com

لیکن مشرکین مکہ اس بات پر راضی نہ تھے، لہٰذا انہوں نے اپنے آدمی شاہ حبشہ نجاشی کی طرف روانہ کئے، ان کے ساتھ تحفے تحائف بھی بھیجے تاکہ یہ عمل مسلمانوں کی حیثیت پر اثر انداز ہو، لیکن انہیں کوئی نفع حاصل نہ ہو سکا، مسلمان اپنی حالت پر باقی رہے، آزادی کے ساتھ اپنی عبادات اور شعائر اسلام ادا کرتے رہے، یہاں تک کہ انہیں معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمالی ہے، لہٰذا بعض مسلمان مکہ کی طرف لوٹ گئے اور بعض مدینہ چلے آئے۔

حضرت رقیہ اور ان کے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہما مکہ لوٹ آئے، وہ اپنے والد کے گھر گئیں، وہاں صرف اپنی دونوں بہنوں ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کو پایا۔ ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا، والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے جا چکے تھے اور ان کے لئے اپنے والد کے پاس پہنچنا ضروری تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اپنی اہلیہ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت

حضرت رقیہ اپنے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ہمراہ دارالھجرۃ مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ یہاں ان کے ہاں بچہ کی پیدائش ہوئی جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔

طرح طرح کی پریشانیوں اور تکالیف کو برداشت کرنے کی وجہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا مختلف قسم کی بیماریوں کا شکار ہوگئیں تھیں، پہلے وہ ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کے گھر طرح طرح کی پریشانیوں کو برداشت کر کے اپنے والدین کے گھر آئیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارتے ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، یہ سفر انتہائی پیچیدہ، خوفناک، اجنبیت سے بھرپور اور والدین اور بہنوں کی جدائی پر مشتمل تھا۔ ان کا پہلا حمل بھی ضائع ہوگیا۔ اس سے ان کو بہت بڑی مصیبت لاحق ہوئی، جب وہ مکہ آئیں تو یہاں صرف اپنی بہنوں کو پایا، والدہ انتقال کر چکی تھیں اور والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت فرما چکے تھے۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت رقیہ کچھ عرصہ مکہ میں ٹھہر کر اپنے والد کے پاس مدینہ منورہ پہنچ گئیں، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی مایوسی کا شکار تھے...... پھر ان کے ہاں ان کے بیٹے عبداللہ کی ولادت ہوئی۔ اس بچہ کی پیدائش کی خوشی کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک مرغ نے بچہ کی آنکھ میں چونچ مار کر ہلاک کر دیا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال

پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا مرض الموت کا شکار ہو گئیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی تیمارداری کی خاطر غزوہ بدر کو چھوڑ دیا۔ وہ ان کی دیکھ بھال و خاطر مدارت کرتے، ان کی خاطر راتوں کو جاگے، لیکن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو افاقہ نہ ہوا، جب مسلمان غزوہ بدر میں اللہ کی مدد کے نزول کی فرحت سے سرشار ہو کر واپس لوٹ رہے تھے تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور مسلمانوں کی خوشی میں غم کا پہلو شامل ہو گیا۔

اس موقع پر عورتوں کے دل پگھل گئے، وہ آہ و بکاء کرنے لگیں، اس رونے میں وہ چیختے ہوئے آواز بھی اونچی کرنے لگیں تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا، جس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا:

''جو چیز دل اور آنکھ میں ہے وہ اللہ کی طرف سے اور رحمت کی وجہ سے ہے اور جو کچھ ہاتھ یا زبان سے صادر ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔''[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت رقیہ کی نماز جنازہ پڑھائی، تمام اہل مدینہ ذات الہجرتین اس عظیم خاتون کی تدفین کے لئے حاضر ہوئے، اس پاکیزہ نفس کو دفن کیا گیا جو اپنی غموں و دکھوں بھری زندگی میں صبر و تحمل کا پیکر اور برداشت و بردباری کا مجسمہ قرار پائیں۔

رحمہا اللہ ورضی اللہ عنہا

---

[1] طبقات ابن سعد (۸:۲۴)

besturdubooks.wordpress.com

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بچپن اور شادی

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے تقریباً ایک سال بڑی تھیں، جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ہوش سنبھالا تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے سامنے چلتا پھرتا، حرکت کرتا ہوا اور گفتگو کرتا ہوا دیکھا، ام کلثومؓ بھی ان کی تقلید کرنے لگیں، ان کے افعال کی پیروی کرنے لگیں، جو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کرتیں وہی ام کلثوم کرتیں، جیسے وہ حرکت کرتیں ویسے یہ بھی حرکت کرتیں، جس انداز میں وہ گفتگو کرتیں یہ اس انداز کو اور طرز تکلم کو اپنانے کی کوشش کرتیں، ان سے سرگوشی کرتیں، اظہار الفت کرتیں، جب ان سے تلخ کلامی ہوتی تو ان کے قریب ہو جاتیں، جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی عمر دس سال یا اس سے کچھ کم تھی اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی عمر دس سال سے زیادہ ہوئی...... حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ ان کی بہن کو ان کے ہاتھ سے چھینا جا رہا ہے، پھر یہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک نئے گھر میں داخل ہوگئیں، جہاں پہلے کبھی داخل نہ ہوئی تھیں، جب انہوں نے اس کے متعلق سوال کیا تو ان کو بتایا گیا، یہی تو وہ گھر ہے جس کے متعلق تمہارے والد نے تمہیں بتایا تھا، اور اس کے بارے میں تمہاری رائے لی تھی اور تم نے ان کی رائے کو مان لیا تھا، یہ عتیبہ کا گھر تھا، چچا عبدالعزی اور چچی ام جمیل کا گھر تھا۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ام جمیل کی آواز کو سنا جو انہیں شرم چھوڑنے کا کہہ رہی تھی، ان کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی اور انہیں اس بات کا اطمینان دلا رہی تھی کہ وہ اپنے گھر میں، اپنے اہل اور بہن کے ساتھ ہیں۔

بعثت نبوی کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حالات

سکون و راحت کی زندگی کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ انہوں نے عبدالعزی اور

besturdubooks.wordpress.com

اس کی بیوی ام جمیل کی زبان سے اپنے والد کا نام سنا، لیکن اس بات کی تحقیق نہ ہو سکی کہ ان کی گفتگو کا مقصود کیا ہے، کیونکہ گفتگو بڑی راز داری اور پوشیدہ انداز میں ہو رہی تھی، وہ اپنی بہن رقیہؓ کے پاس آئیں اور انہیں غیر واضح پوشیدہ گفتگو کے بارے میں بتایا اور انہیں کہا کہ انہوں نے ایسا کلام سنا ہے جس کا مقصود واضح نہیں ہے، لیکن وہ دونوں معاملات کے انکشاف تک خاموشی کے ساتھ صبر کرنا چاہتی تھیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دونوں بیٹیوں رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو بلا بھیجا، جب وہ دونوں اپنی والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو ان کے پاس حضرت زینبؓ اور حضرت فاطمہؓ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، ان کی عظیم والدہ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر ان کے ساتھ گفتگو شروع کی اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جل شانہ نے تمہارے والد کو ساری دنیا کے انسانوں کی طرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لۂ کی عبادت اور توحید کے ساتھ بھیجا ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔''

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹیوں سے شہادتین کی ادائیگی کا مطالبہ کیا، لہٰذا چاروں بانصیب بیٹیوں نے شہادتین کا اقرار کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹیوں کو اس بات کی تلقین کی کہ وہ اس معاملہ کو تمام لوگوں سے پوشیدہ رکھیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قطعی فیصلہ فرما لے۔

حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما اس گھر واپس آگئیں جہاں وہ پہلے سے رہ رہی تھیں۔ پوشیدہ امور کا انکشاف شروع ہو گیا، انہیں معلوم ہو گیا کہ عبدالعزیٰ اور اس کے گھر والے ان کے والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لائے، یہ ان کے والد سے دشمنی رکھتے ہیں، بلکہ ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھی دشمن ہے، حالانکہ اس معاملہ میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں، پھر آہستہ آہستہ عبدالعزیٰ اور ام جمیل نے اس دشمنی کو ظاہر کرنا شروع کر دیا، بعض اوقات تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایسی باتوں کا تذکرہ کرتے جن کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی تعلق ہی نہ ہوتا، پھر ان دونوں لڑکیوں

besturdubooks.wordpress.com

نے سنا کہ ام جمیل ان کے والد عظیم کو بری صفات کے ساتھ متصف کرتی ہے۔

دونوں صاحبزادیوں کی میکے واپسی

ان دونوں کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عبدالعزی اور ام جمیل کے بارے میں قرآن مجید کی سورت نازل ہوئی ہے جس میں عبدالعزی کو ابولہب اور ام جمیل کو حمالۃ الحطب کہا گیا ہے۔

معاملہ حد سے بڑھنے لگا، دونوں بہنوں نے محسوس کر لیا کہ عنقریب انہیں اپنے گھر واپس جانا پڑے گا۔ وہ ابولہب، حمالۃ الحطب، عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ رہنے کی طاقت نہ رکھتی تھیں...... پھر عتبہ اور عتیبہ نے ان دونوں کو آواز دی۔ ان سے کہا وہ دونوں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور سیدہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر چلی جائیں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے والد کے گھر واپس آ کر بہت خوش تھیں، وہ ابولہب کے گھر میں زندگی گزارنے کی طاقت نہ رکھتی تھیں، وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مل کر بہت خوش ہوئیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان سے ملنے کی بہت خوشی تھی، ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گیا اور وہ دونوں حبشہ کی طرف ہجرت کی تیاری کرنے لگے۔

مکہ والوں نے مسلمانوں کی دشمنی میں اضافہ کر دیا تھا۔ کمزور مسلمانوں کو مارنے، توہین کرنے، گالی دینے اور ستانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ بعض اوقات تو اچھے خاصے اہل حیثیت افراد کو بھی مارے جانے کی نوبت آ جاتی...... ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ اپنی توہین پر صبر کرتے ہوئے واپس آ رہے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی غمگین ہو کر آنسو بہاتی ہوئی ان کے ساتھ آ رہی تھیں۔ وہ ان تمام چیزوں کا مشاہدہ کر رہی تھیں، لیکن ان سرکش لوگوں کے حق میں بددعا ہی کر سکتی تھیں جنہوں نے ان کے والد کی توہین کی تھی اور ان کے سر اور کپڑوں میں مٹی ڈال دی تھی۔ حضرت ام

besturdubooks.wordpress.com

کلثوم رضی اللہ عنہا نے قریش کے لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا، جب انہیں کسی سردار کے اسلام لانے کی خبر ملتی تو وہ خوشی سے سرشار ہو جاتیں۔

انہوں نے عمر بن خطاب اور حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر لوگوں کو اسلام میں داخل ہوتے دیکھا، مسلمانوں کی صفوں میں اضافہ پر وہ اللہ کی تعریف کرتیں۔ زیادہ تعداد میں لوگوں کے اسلام لانے کی دعا کرتیں، یہاں تک کہ وہ چاہتی تھیں کہ سارا مکہ مسلمان ہو جائے۔

شعب ابی طالب میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی حالت

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا مکہ والوں کے بائیکاٹ میں اپنے والد اور بنی ہاشم کے ساتھ شریک تھیں، اس بائیکاٹ کی تحریری دستاویز کو کعبہ میں لٹکایا گیا تھا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے خاندان والوں کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور تھیں، بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ان سے اظہار ہمدردی کرتے تھے، لیکن ابولہب، اس کے دونوں بیٹوں اور ان کی ماں کو ان سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔

مسلمان اس محاصرہ میں تین سال رہے، اس دوران کھانے کی اشیاء ان تک انتہائی خفیہ انداز میں پہنچائی جاتی تھیں۔

محصور مسلمانوں کی بھوک کا یہ عالم تھا، جسے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حصار سے چھٹکارے کے بعد عمدہ صورت میں بیان کیا:

"مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی، ایک رات میرا پاؤں کسی تر چیز پر آیا، میں نے اسے اپنے منہ میں رکھا اور نگل لیا، مجھے آج تک معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کیا چیز تھی۔"

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس عذاب کو اپنی دونوں بیٹیوں ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں قربانی دیتے ہوئے برداشت کیا، کیونکہ انہیں اس بات پر ایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کی مدد کرے گا اور ان

besturdubooks.wordpress.com

کی حفاظت و رعایت فرمائے گا، حضور ﷺ کے چچا ابو طالب نے آپ ﷺ کی حفاظت ونگرانی کا بہت زیادہ انتظام کر رکھا تھا باوجود اس کے کہ وہ ابھی تک اسلام نہ لائے تھے، وہ گھاٹی میں آ کر رسول اللہ کو کہتے کہ وہ ہر رات ان کے بستر پر آ جائیں، تا کہ ان کو دیکھ کر اطمینان حاصل کریں اور کسی شر پسند کا ہاتھ آپ تک نہ پہنچ سکے۔

جب رسول اللہ ﷺ آرام کرنے کا ارادہ فرماتے تو ابو طالب انہیں ان کے بستر پر لیٹنے نہ دیتے، بلکہ اپنے بیٹوں، بھائیوں یا دوسرے رشتہ داروں میں سے کسی کو حکم دیتے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سو جائے اور رسول اللہ ﷺ اس کے بستر پر سو جائیں، تا کہ آپ کو کسی کافر کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچ سکے۔[1]

یہ افسوس ناک بائیکاٹ ختم ہو گیا، دوسرے مسلمانوں اور اہل و اقارب کے ساتھ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی صابرہ مومنہ والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے شریک تھیں، بنو اسد والوں کو معلوم تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بھوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے، حالانکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عیش و عشرت سے بھرپور زندگی گزاری تھی، لہٰذا بنو اسد والوں نے ایسی ترتیب بنائی جس کے ذریعہ وہ اشیاء ضرورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تک پہنچائیں، جب رات چھا جاتی اور لوگ سو جائے، بنو اسد والے ضرورت کا سامان سواری پر لاد کر گھاٹی کے دروازہ پر لے جاتے۔[2] اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ کر دیتے، اور یقیناً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس سامان کو اکیلی تو استعمال نہ کرتی ہوں گی، بلکہ اپنی سابقہ تاریخ کی طرح ہر قریب و بعید کے شخص کو اس میں شریک فرماتی ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بائیکاٹ کی دستاویز کو پھاڑنے کا شرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حاصل ہوا، اور انہیں کی وجہ سے اس بائیکاٹ کے خاتمہ میں پہلی کیل نصب کی گئی، اور وہی اس دردناک مصیبت کے اختتام کا باعث بنیں۔

---

۱ السیرۃ النبویۃ، لابن کثیر (ج:۲، ص:۴۳)

۲ اتحاف الورٰی باخبار ام القرٰی (ج:۱، ص:۲۷۳)

besturdubooks.wordpress.com

شعب ابی طالب سے خروج کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر انچاس سال تھی۔
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی بیٹی ام کلثومؓ کے کندھے پر سہارا لگا کر شعب سے باہر تشریف لائیں، گھاٹی میں قیام کے آخری دنوں میں انہیں شدید مرض لاحق ہو گیا تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال اور ام کلثومؓ کی حالت

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بوجھل پن کے ساتھ، اپنے فطری نشاط کے بغیر نئی زندگی میں داخل ہوئیں، نوبت بایں جا رسید کہ وہ اپنی ضروری حاجات کو بھی خود ادا نہ کر سکتی تھیں۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ان کی مدد کرتیں۔ ان کو سہارا دیتیں، اور ان کی ضرورت کی اشیاء انہیں پیش کرتیں۔ بالآخر جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آخری وقت قریب آیا، حضرت ام کلثوم اپنی بہن فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ ان کے پاس کھڑی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قریب تشریف فرما تھے اور ان کے لئے اللہ کی ملاقات میں سامان تسلی فراہم کر رہے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیاوی زندگی کو خیر باد کہنے والی تھیں ...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ایک بات یہ بھی فرمائی:

"اے خدیجہ! ہم آپ کے متعلق کتنی بڑی ناگواری دیکھ رہے ہیں،
اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس ناگواری میں خیر کثیر شامل کر دے۔"[1]

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی شدید درد و الم کا شکار تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد گھر میں حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی نہ تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ دو صاحبزادیوں کے لئے زندگی کی مشقتوں کو کم کریں، لہٰذا آپ سودہ بنت زمعہؓ کو اپنی بیوی بنا کر گھر لے آئے، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا دونوں

---

[1] المرجع السابق (ج:۱،ص:۳۰۴)

besturdubooks.wordpress.com

صاحبزادوں کی راحت کی بھرپور کوشش کرتیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بہترین بیوی اور بچیوں کے لئے بہترین موافقت کرنے والی ماں ثابت ہوئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت

مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء پہنچانے میں شدت اختیار کر لی، ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد اللہ کے سوا کوئی حامی و مددگار بھی باقی نہ رہا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا، لہٰذا آپ نے اپنی بیٹیوں ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کو الوداع کہا اور انہیں پوشیدگی کے ساتھ اپنے ارادہ ہجرت پر مطلع فرمایا، پھر بیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف تشریف لے گئے، کچھ وقت وہاں رہے، پھر یہ دونوں حضرات مدینہ کی طرف رخ کر کے چل پڑے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کلمات کے ساتھ اپنے شہر کو الوداع کہا جس کے رہنے والوں نے آپ کو اس سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا، آپ نے فرمایا:

> ''خدا کی قسم! تو اللہ کی زمین میں اللہ کے نزدیک سب سے محبوب خطہ ہے، اور تو میرے نزدیک بھی سب سے زیادہ محبوب خطہ ہے، اگر تیرے رہنے والے مجھے یہاں سے نہ نکالتے تو میں کبھی تجھے نہ چھوڑتا۔''[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یارِ غار کی معیت میں غارِ ثور پہنچ گئے اور اپنی بیٹیوں، اپنی بیوی حضرت سودہ اور ام ایمن رضی اللہ عنہما کو گھر میں اللہ کی حفاظت میں چھوڑ دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کو اپنے والد کے متعلق گہری فکر و تشویش تھی، لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحفاظت مدینہ پہنچ گئے ہیں تو ان کی بے چینی ختم ہوگئی۔

---

[1] الترمذی (۳۹۲۵)

besturdubooks.wordpress.com

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی مدینہ کی طرف ہجرت

پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مکہ کی طرف روانہ کیا، تا کہ وہ ام کلثوم، حضرت فاطمہ، ام ایمن اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اہلیہ حضرت سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہن کو لے کر مدینہ آ جائیں۔

تمام خواتین اس جگہ پہنچ گئیں جہاں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان کا انتظار کر رہے تھے، پھر وہ سب مدینہ کی طرف جانے والے راستہ پر چل پڑے، جہاں انہوں نے اپنے عظیم والد سے ملاقات کرنی تھی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے مدینہ میں ایک نئی زندگی شروع کی، وہ غزوہ بدر کی فتوحات اور مسلمانوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی واپسی کے وقت حاضر تھیں۔ مسلمانوں نے کفار مکہ سے ان کی زیادتیوں کا بدلہ کسی حد تک لے لیا تھا اور ان سے مکہ میں پہنچنے والی تکالیف کا انتقام وصول کر لیا تھا، لیکن ابھی خوشی مکمل نہ ہوئی تھی کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں، اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی ضروریات کی دیکھ بھال کرنے لگیں۔ ام کلثوم حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر ان کی تیمارداری و دیکھ بھال کیا کرتی تھیں۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاحِ ثانی

دو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کے متعلق سوچنا شروع کر دیا، اس وقت کا معاشرہ ''معاشرہ تزویج'' تھا، وہ لوگ اس بات کو عیب خیال نہ کرتے تھے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس بات کا اشارہ کرے کہ وہ اسکی بہن یا بیٹی سے شادی کر لے، ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حصن بن حذافہ کی وفات کے بعد ابوبکرؓ کو پیشکش کی کہ وہ حضرت حفصہؓ سے شادی کر لیں،

besturdubooks.wordpress.com

حضرت ابوبکرؓ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔

پھر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پیش کش کی لیکن انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

''فی الحال میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں۔''

اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت شدید غصہ آیا، وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ کے سامنے ابوبکر صدیق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے موقف کو بیان کیا۔

حضور ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تسلی دی اور فرمایا: ''حفصہؓ سے وہ شخص شادی کرے گا جو عثمانؓ سے بہتر ہے اور عثمانؓ اس عورت سے شادی کرے گا جو حفصہؓ سے بہتر ہے۔''

تمام لوگ اس بات کے منتظر تھے کہ اس کلام سے حضور ﷺ کا مقصود کیا ہے۔

پھر حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے چن لیا، اور یقیناً آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمانؓ سے بہتر ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے عثمانؓ کے لئے اس خاتون کا انتخاب فرمایا جو حضرت حفصہؓ سے بہتر تھیں یعنی حضور ﷺ کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔

حضور ﷺ نے اپنی خادمہ ام عیاش کو بھیج کر ام کلثومؓ کو بلوایا، اور حضرت ام کلثومؓ کا نکاح حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے مہر کے برابر پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔

بیعت رضوان کا واقعہ

ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینہ میں مسلمان حضور ﷺ کی قیادت

besturdubooks.wordpress.com

میں نکلے، ان کا ارادہ عمرہ کی غرض سے مکہ جانے کا تھا، ان کے پاس نیام زدتلواروں کے کوئی ہتھیار نہ تھے، ان کی تعداد تقریباً پندرہ سو تھی۔ لیکن قریش مسلمانوں کے لئے رکاوٹ بن گئے اور مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان غنیؓ کو مکہ کی طرف روانہ کیا، تاکہ وہ اہل مکہ کو مطلع کریں کہ مسلمان قتال کے ارادہ سے نہیں آئے، بلکہ وہ تو محض عمرہ کی ادائیگی کی نیت سے آئے ہیں، اور ان کے پاس کسی قسم کے ہتھیار بھی نہیں ہیں، وہ جنگ و جدل اور قتال کی نیت نہیں رکھتے۔

لیکن قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قید کر لیا، انہیں واپس جانے سے روک دیا، ادھر یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا ہے، یہ خبر سن کر مسلمان بہت رنجیدہ ہوئے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی شدید گہرے غم میں مبتلا ہوگئیں۔ مشرکین کی طبیعت وفطرت میں دھوکہ دہی شامل تھی۔ اس لئے یہ کوئی بعید بات نہ تھی، اور ان کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آمد میں کافی تاخیر ہوگئی تو مسلمانوں کو یقین ہوگیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جہاد کے لئے تیار فرمانے کی غرض سے جمع کیا، تاکہ ان کے دھوکہ کا بدلہ لیں، کیونکہ انہوں نے ایسے شخص کو قتل کیا جو ان کے پاس سلامتی کا پیغام لے کر گیا نہ کہ جنگ کا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو بیعت رضوان کی دعوت دی، اس بیعت میں اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر رکھا اور فرمایا: ''وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام سے گیا ہے۔''[1]

قریش کو اپنے انجام کی مصیبت کا خوف تھا اگر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو

---

[1] طبقات ابن سعد (۲:۱:۷۰)

besturdubooks.wordpress.com

قتل کر دیتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خیریت و عافیت کے ساتھ اپنے اہل و عیال اور مسلمانوں میں واپس پہنچ گئے، انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچی تھی۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کی سلامتی کے ساتھ باعافیت واپسی پر خوشی سے سرشار شاداں و فرحاں تھیں۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا وصال

صلح حدیبیہ کے بعد دو سال گزرے تھے، حضرت ام کلثومؓ نے فتح عظیم یعنی فتح مکہ کا زمانہ بھی پایا، پھر انہوں نے ہجرت کے نویں سال شعبان کے مہینہ میں دارِ فنا کو الوداع کہا، ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ انہیں مدینہ میں دفن کیا گیا، ان کے والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غمگین دل کے ساتھ آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی بہاتے ہوئے نظر آتے تھے، آپ کے آنسو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا پر آنے والی ان مصیبتوں کی وجہ سے تھے جنہوں نے اللہ کے ہاں ان کے مقام میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جس سال پیدا ہوئیں اس سال کو ایک تاریخ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ وہ سال جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ عربوں کی عادت یہ تھی کہ اہم واقعات کو تاریخ کا درجہ دیتے ہیں۔ عرب مورخین نے عام الفیل کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن پیدائش قرار دیا ہے۔

اصحابِ فیل کا واقعہ

واقعہ فیل کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کیا تا کہ اس کے ذریعہ اہل عرب اور تمام مسلمانوں کو نصیحت کرے اور ان پر احسان کرے، چنانچہ فرمایا:

besturdubooks.wordpress.com

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِىْ تَضْلِيلٍ وَ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ﴾

(سورۃ الفیل: ۱۔۵)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا برتاؤ کیا، کیا اس نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں بنا دیا تھا اور اس نے ان پر غول کے غول پرندے بھیجے، جہاں پر پتھری کنکر کی قسم کے پھینکتے تھے پھر انہیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر ڈالا۔''

ابرھہ اشرم یمن میں نجاشی کا گورنر تھا، وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کی توجہ کو مکہ میں موجود بیت الحرام سے ہٹا دیا جائے، لہٰذا اس نے یمن میں ایک عمارت بنوائی، اسے خوب مزین کیا اور اس میں قیمتی چیزیں نصب کروائیں۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ اہل یمن اس کی طرف متوجہ نہیں ہو رہے تو اس کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ معاذ اللہ بیت اللہ کو ڈھا دے۔ لہٰذا اس نے ایک عظیم الشان لشکر تیار کیا، اس لشکر کی قیادت ایک بہت بڑا ہاتھی کر رہا تھا۔ اہل مکہ کے لئے ہاتھیوں کی آمد بہت عجیب بات تھی، ان میں سے کوئی بھی اس کے سامنے کھڑا ہونے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو رسوا کیا، اور ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے، جو اپنی چونچ اور پاؤں میں موت کا سامان اٹھائے ہوئے تھے، پس اللہ رب العزت نے ان سب کو ہلاک کر دیا اور ان کے شر سے اپنے گھر کی حفاظت کی پس عرب مورخین نے اس سال کو ذریعہ تاریخ بنا لیا۔

حجر اسود کو نصب کرنے کا واقعہ

یہ سال سن ۵۷۰ء تھا۔ اس کے تقریباً پینتیس (۳۵) سال بعد ایک اور عظیم واقعہ پیش آیا جو اس سے پہلے کبھی رونما نہ ہوا تھا۔ بیت الحرام پر پہاڑ کی جانب سے ایک

besturdubooks.wordpress.com

زور دار سیلاب آیا، جس نے خانہ کعبہ کی عمارت کو گرا دیا۔ پھر اہل مکہ نے خوف اور تردد کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ وہ خانہ کعبہ کی تعمیر کریں گے، ان سب کا تعمیر کعبہ پر اتفاق ہو گیا، لہٰذا انہوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور اس کی عمارت کو قائم کیا۔

خانہ کعبہ کی تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد حجر اسود رکھنے کا موقعہ آیا تو وہ لوگ باہمی اختلاف کا شکار ہو گئے۔ ہر شخص اس اعزاز و شرافت کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ممکن تھا کہ ان کے درمیان خون ریز لڑائیاں واقع ہو جاتیں۔ کیونکہ بنو عبدالدار اور بنوی عدی والوں نے قسمیں کھالی تھیں، اور انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ جو قبیلہ بھی حجر اسود کو نصب کرنے کی کوشش کریگا یہ اس کے راستہ میں رکاوٹ بن جائیں گے، اور اس عظیم شرف کو خود حاصل کریں گے، بنو عبدالدار نے خون سے بھرا ہوا ایک پیالہ پیش کیا اور اپنی قسم کو مضبوط کرنے کے لئے اس میں انگلیوں داخل کیں، اور قتال کے لئے تیار ہو گئے۔

ابو امیہ بن مغیرہ جو کہ اپنی قوم کے سرداروں اور اہل رائے لوگوں میں سے تھے۔ جب انہوں نے یہ حالات دیکھے تو اپنی قوم سے کہا:

''جو شخص سب سے پہلے صفا کے دروازے سے داخل ہو، اسے اپنے درمیان ثالث بنا لو'' لہٰذا سب لوگ انتظار کرنے لگے کہ سب سے پہلے باب صفا سے کون داخل ہوگا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سب سے پہلے صفا کے دروازے سے داخل ہونے والے شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، تو سب نے یک زبان ہو کر کہا:

''یہ امین ہیں، ہم ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔''

لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سارا واقعہ بیان کیا...... اور انہیں بتایا کہ آپ جو بھی فیصلہ کریں گے وہ بہت سی خون ریز لڑائیوں سے روکنے والا ہوگا جو ہر اچھی بری چیز پر واقع ہو جاتی تھی، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تھوڑی دیر سوچا، پھر فرمایا:

''ایک کپڑا لاؤ''

جب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک کپڑا لائے تو سب نے ایک دوسرے کو

besturdubooks.wordpress.com

سوالیہ نگاہوں سے دیکھا، وہ سوچ رہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑے کا کیا کریں گے؟

آپ نے وہ کپڑا زمین پر بچھایا، پتھر کو ہاتھ میں پکڑا اور کپڑے کے درمیان میں رکھ دیا، پھر ہر قبیلہ کے سردار کو بلایا انہیں کہا کہ کپڑے کو کناروں سے پکڑ لیں، اس طرح تمام قبیلوں والے پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ نصب کرنے میں شریک ہو گئے، اور اس شرف کے حصول میں کوئی قبیلہ مختص نہ تھا، جب وہ اس جگہ کے قریب پہنچے جہاں پتھر نصب کیا جانا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کپڑے سے اٹھایا اور اس کی جگہ نصب کر دیا۔ لوگ ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل پر بہت خوش ہوئے، اور یہ خیال کیا کہ یہ کاوش وہی شخص انجام دے سکتا ہے جسے عقل وذہانت اور سمجھ بوجھ کا وافر حصہ ملا ہو اور وہ جنگ وجدل اور اس کے متعلق سوچنے سے کوسوں دور ہو۔ اس واقعہ کے بعد لوگوں کی نگاہوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت میں اضافہ ہو گیا۔ آپ ان کے ہاں ایک قابل قدر حیثیت پا چکے تھے، کیونکہ آپ نے اپنی ذکاوت وفراست کے بل بوتے پر انہیں قتال سے روک لیا تھا۔ اور انہیں خون بہانے سے محفوظ کر دیا تھا جو عربوں کے اتحاد واتفاق کو ختم کر کے ایک طویل عرصہ تک کے لئے دشمنی بغض اور کینہ کو جنم دے دیتا۔

یہ خبر پورے مکہ میں پھیل گئی، اور پھر جزیرہ عرب کے تمام علاقوں میں اس کی مقبولیت ہوئی، لوگ اس خبر سے بہت خوش ہوئے، مشکل کے حل ہونے پر مسرور ہوئے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمت اور درست رائے پر مسرت کا اظہار کیا۔

شعر وشعراء کا دور آیا۔ یہ لوگ واقعات کو تاریخ قرار دیا کرتے تھے، ان کا واقعات کو تاریخ قرار دینا گزشتہ زمانہ کے واقعات کی پختگی کے لئے ہوتا تھا، وہ مسرت وفرحت کے ساتھ اس عظیم واقعہ کو بیان کرتے تھے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت تعریف کرتے تھے، جنہوں نے اپنی عمدہ رائے اور بہترین سمجھ بوجھ کے ساتھ عظیم قیامت کے برپا ہونے کو روک لیا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

ایک بابرکت دن حضرت فاطمہؓ کی پیدائش

محمد بن عبداللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور شکر ادا کرتے ہوئے اپنے گھر واپس تشریف لائے کہ اس نے آپ کو ایسے مسئلہ کے حل کرنے کی توفیق عطا فرمائی جس نے قوم کے سرداروں کے دلوں کو مشغول کر رکھا تھا، یہ مسئلہ ان کی ہلاکت کا ذریعہ بننے والا تھا۔

آپ ﷺ گھر میں کچھ دیر ہی ٹھہرے تھے کہ آپ کو بیٹی کی پیدائش کی خبر دی گئی، آپ اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوئے، جلدی سے اپنی باوفا اہلیہ کے پاس خوش گوار چہرہ اور خوشی کے تاثرات کے ساتھ تشریف لئے گئے۔ انہیں ان کی خیریت وسلامتی پر مبارک باد دی اور بچی کے لئے برکت کی دعا کی۔

حضرت خدیجہؓ نے سہمی ہوئی نگاہوں سے حضور ﷺ کی طرف دیکھا، جونہی کچھ کہنے کا ارادہ کیا...... محمد ﷺ نے فرمایا۔"کوئی بات نہ کہنا، ہر مولود ہمارے لئے برابر ہے، ہمارے نزدیک لڑکے اور لڑکی میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، ہم اس کی عطا پر راضی ہیں۔ میں بچی سے بہت خوش ہوں۔ عنقریب یہ ہمارے لئے بھلائی اور قبولیت کا ساماں بنے گی۔"

آپ نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور یہ بشارت دی کہ اس بچی کے لئے عظیم شان ہوگی۔ کیونکہ یہ ایک ایسے مبارک دن میں پیدا ہوئی ہے جس میں قبیلوں کے درمیان جنگ کے لئے نکالی جانے تلواریں واپس نیام میں رکھ لی گئیں۔ اور ان کے درمیان پیدا ہونے والی ایک بہت بڑی مشکل کا خاتمہ ہوگیا۔

اس عظیم دن کو اس بچی کے یوم پیدائش کی تاریخ قرار دیا گیا، حضور ﷺ نے ان کا نام "فاطمہ" اور لقب "زہراء" رکھا۔

حضرت فاطمہؓ کا زمانہ طفولیت

حضرت فاطمہؓ نے اپنی طفولیت کا زمانہ اپنے نیک بخت والدین کی نگرانی میں

besturdubooks.wordpress.com

گزارا، حضرت زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن کے بعد یہ چوتھی بیٹی تھیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں پیدا ہوئیں۔

حضرت فاطمہؓ اپنے والد کے بہت زیادہ مشابہ تھیں، ان کی بڑی بہن حضرت زینبؓ ان سے بہت محبت کرتی تھیں، وہ انہیں اٹھاتیں اور بلاتیں۔ بعض اوقات رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاتیں۔ جب حضرت خدیجہؓ حضرت فاطمہ کو اپنی بیٹیوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے اور چلتے ہوئے دیکھتیں تو بہت زیادہ خوشی اور مسرت کا اظہار فرماتیں۔

ان حالات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت زینبؓ کی شادی ہوگئی اور وہ اپنے خالہ زاد ابو العاص کے گھر رخصت ہوگئیں۔ حضرت زینبؓ کے بعد رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی شادی عبدالعزیٰ کے دونوں بیٹوں سے ہوگئی، تینوں بہنوں نے فاطمہؓ کو چھوڑ دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے تنہائی محسوس کی وہ جلدی سے اپنی والدہ کے پاس گئیں، وہ اپنے غموں اور بہنوں سے دوری کے درد کا شکوہ کرنا چاہتی تھیں۔ والدہ کے پاس آکر رونے لگیں، حضرت خدیجہؓ نے ان کے رونے کا سبب پوچھا تو کہا ''اے امی جان! آپ کسی ایسے شخص کو نہ بلانا جو مجھے آپ سے اور ابا جان سے جدا کر دے، کیونکہ میں آپ دونوں کی جدائی کی طاقت نہیں رکھتی۔''

شفیق والدہ نرمی اور مہربانی کے ساتھ مسکرا دیں، حضرت فاطمہؓ کو سینہ سے لگایا اور مسکراتے ہوئے فرمایا ''جب تک تُو نہ چاہے ہمیں ہرگز نہ چھوڑنا۔''

گھر خالی تھا، حضرت فاطمہ اکثر اپنی والدہ کے ساتھ ساتھ رہتیں، ان کی محبت اپنے شفیق والدین کے درمیان تقسیم تھی، انہوں نے اپنے والدین میں دوسرے لوگوں کی نسبت بہت زیادہ شفقت فیاضی اور عظیم اخلاق وعادات کا مشاہدہ کیا تھا، اس چیز کا حضرت فاطمہؓ کے دل پر گہرا اثر تھا، انہوں نے اپنے گھر والوں کو اپنے لئے مثل اعلیٰ اور اپنے تمام تصرفات میں قدوہ حسنہ بنا رکھا تھا۔

besturdubooks.wordpress.com

حضرت فاطمہؓ نے اپنی زندگی کے ابتدائی دور کو کامل عفت، عزت نفس، نیکیوں کی رغبت اور عمدہ اخلاق وعادات کے ساتھ گزارا۔

حضرت فاطمہؓ نے اپنے والد کو دیکھا وہ پہاڑ پر جانے کی تیاری کر رہے تھے، اپنی والدہ کو دیکھا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ساماں ضرورت تیار کرنے میں مصروف تھیں۔ انہوں نے آپ کے لئے ساماں سفر اور زادہ راہ بھی تیار کیا تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے اپنی والدہ کو دیکھا جو اپنے ایک خادم کو کہہ رہی تھیں، تم دور سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جاؤ، جب وہ غار میں پہنچ جائیں تو واپس آجانا اور مجھے ان کی حالت کی خبر دینا۔

پھر حضرت فاطمہؓ نے اپنے والد کو غار حرا سے واپس آتے ہوئے دیکھا، وہ طبعی حالت میں نہ تھے...... پھر حضرت فاطمہؓ نے انہیں ایسی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے سنا جو پہلے کبھی نہ سنی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ نے انہیں مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت کرتے ہوئے سنا:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ﴾ (سورہ العلق: ۱.۵)

"اپنے رب کے نام سے پڑھیئے جس نے سب کو پیدا کیا، انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا، پڑھیئے اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر کرم والا ہے، جس نے قلم سے سکھایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔"

پھر آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ کو قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کا حکم دیا، حضرت خدیجہؓ نے اس دعوت حق کو قبول کیا اور اپنی چاروں بیٹیوں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور چھوٹی فاطمہ رضی اللہ عنہن کو بلایا، پھر اس نیک ماں نے اپنی بچیوں سے کہا: "اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین اسلام دے کر بھیجا ہے اور انہیں یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیں۔ پس ہم پر لازم ہے کہ ہم سب حضور

besturdubooks.wordpress.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے والی اور اس پر ایمان لانے والی بن جائیں۔ اور ہم اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔"

چاروں صاحبزادیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ آپ کی تصدیق کی اور کلمہ شہادت کا اقرار کیا، پھر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلی گئیں، حضرت فاطمہؓ باقی رہ گئیں تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کر سکیں۔

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت فاطمہؓ کی حالت

حضرت فاطمہؓ نے طفولیت کی عادات کو چھوڑ دیا، چھوٹے بچوں سے میل جول ختم کر دیا، تا کہ زیادہ سے زیادہ اپنے والد کے قریب رہ سکیں، جب آپ گھر میں ہوتے، حضرت فاطمہؓ آپ کے قریب رہتیں، دیر تک آپ کو دیکھتیں۔ اپنے دل کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانوس کرتیں اور جب گھر سے باہر تشریف لے جاتے تا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیں یا خانہ کعبہ کا طواف کرتے، حضرت فاطمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہرہ داری، حفاظت اور مدافعت کے لئے آپ کے پیچھے پیچھے چلتی رہتیں۔ جب آپ لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے اور بتوں کی پوجا سے باز رہنے کا حکم دینے کے لئے ان کی مجلسوں میں جاتے، حضرت فاطمہؓ آپ کے پیچھے پیچھے جاتیں اور ان لوگوں کو پیچھے ہٹاتیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانا چاہتے تھے۔

ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کی طرف گئے، رکن یمانی کا استیلام فرمایا، جب مشرکین نے آپ کو دیکھا تو آپ کو گھیر لیا۔ آپ پر حملہ کر دیا اور کہنے لگے "کیا تو ہی وہ شخص ہے جو ہمارے معبودوں کا مذاق اڑاتا ہے، ہماری عقلوں کو خراب قرار دیتا ہے اور بڑے بڑوں کو بیوقوف قرار دیتا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں میں ہی وہ شخص ہوں جو ایسا کرتا ہے۔"[1]

---

[1] تغلیق التعلیق (۱۱/۶)

besturdubooks.wordpress.com

یہ سن کر کفار نے آپ کے چہرہ مبارک پر مٹی ڈال دی۔

حضرت فاطمہؓ آپ سے گرد و غبار کو ہٹانے لگیں۔ اپنے والد کو تکلیف دینے والوں کو برا بھلا کہا۔ انہوں نے ایک مشرک آدمی کو دیکھا جس نے ان کے والد کی چادر کو پکڑ رکھا، اس منظر نے ان کو گویائی سے روک دیا۔ ان میں اتنی ہمت بھی نہ تھی کہ زبان سے ایک لفظ بھی نکالتیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کھڑے ہوئے اور کہا: ''اے میری قوم! کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔''

وہ مشرکین حضرت ابوبکرؓ کی طرف بڑھے، ان کو داڑھی سے پکڑ کر گھسیٹا، اور ان کو اتنا مارا کہ ان کا خون بہنے لگا۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو چھوڑ دیا، بیت الحرام سے واپس گئے، راستہ میں چلتے ہوئے حضرت فاطمہؓ آپ کے پیچھے پیچھے جا رہی تھیں۔ لوگ آپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ آپ کی تکذیب کر رہے اور آپ کو تکلیف دے رہے تھے۔ حضرت فاطمہؓ اس منظر کو دیکھ کر رو رہی تھیں، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ اپنے والد کے پیچھے جا رہی تھیں، یہاں تک کہ آپ مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ بیت الحرام میں بہت سے مشرکین جمع تھے، جب آپ سجدہ میں گئے، عقبہ بن ابی معیط اونٹ کی اوجڑی لایا اور اسے آپ کی کمر پر رکھ دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر مبارک نہ اٹھا سکے۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ حاضر ہوئیں، انہوں نے اوجڑی کو اٹھایا، ایسا کرنے والوں کے لئے بد دعا کی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اٹھایا تو فرمایا:

''اے اللہ! قریش کے سردار تیرے ذمہ ہیں، اے اللہ ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ ابن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط اور ابی بن خلف تیرے ذمہ ہیں۔ (تو ان سے بدلہ لے)''[1]

مشرکین مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بد دعا سے ڈرا کرتے تھے۔ جب آپ نے ان

[1] البخاری (۱/۲۹)

besturdubooks.wordpress.com

کے لئے بد دعا کی تو وہ غم وغصہ کی وجہ سے خاموشی سے نگاہوں کو جھکائے کھڑے رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نماز پوری فرمائی۔

اور آپ حضرت فاطمہؓ کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک حضرت فاطمہؓ کا مقام و مرتبہ

حضرت فاطمہؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ایک خاص مقام تھا، آپ ان کے ذریعہ لوگوں کو مثالیں بیان فرمایا کرتے تھے:

جب آپ لوگوں کو عمل کی اللہ کے ہاں قیمت کا احساس دلانا چاہتے ہیں یا انہیں اس بات سے آشنا کرنا چاہتے کہ انسان کو اس کے وہ اعمال ہی نفع دے سکتے جو شریعت کے تابع ہیں تو حضرت فاطمہؓ کی مثال بیان کرتے اور فرماتے، ''اے فاطمہ بنت محمد! میں اللہ کے مقابلہ میں تیرے کسی کام نہیں آسکتا۔''[1]

جب کسی قریشی عورت نے اسلام لانے کے بعد چوری کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوری کی سزا میں اس کے ہاتھ کاٹے جانے کا ارادہ کیا۔ چند قریشی افراد کو اس کے ہاتھ کے کاٹے جانے پر ترس آ گیا، انہوں نے اسامہ بن زیدؓ سے عرض کی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس عورت کی سفارش کر دیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسامہؓ کی سفارش کو قبول فرما لیا کرتے تھے، لیکن اس مرتبہ آپ نے ان کی بات کا انکار کر دیا اور فرمایا:

''تو مجھ سے اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں بات کرتا ہے، خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''[2]

بائیکاٹ کا زمانہ آیا، حضرت فاطمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ تھاما، اور آپ کے ساتھ شعب ابی طالب میں داخل ہو گئیں۔ وہ نہ جانتی تھیں کہ اس کے بعد کیا ہوگا، باہر کے لوگوں سے ان کا تعلق ختم ہو چکا تھا۔ یہ نہ ان سے خرید و فروخت کر سکتے تھے نہ شادی

---

[1] البخاری (۸/۴)

[2] النسائی (۸۳/۸)

besturdubooks.wordpress.com

بیاہ کا تعلق قائم کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ بنو ہاشم سے خوراک کو بھی روک لیا گیا تھا، مسلمانوں پر محاصرہ کا فیصلہ کر لیا گیا تھا، اس حالت نے حضرت فاطمہؓ کی صحت پر گہرا اثر چھوڑا، جس کو وہ ایک لمبے عرصہ تک برداشت کرتی رہیں، سیدہ خدیجہؓ کو بھی اس محاصرہ کی وجہ سے کمزوری اور شدید مرض لاحق ہو گیا تھا، جب وہ اس گھاٹی سے باہر آئیں تو انہوں نے اپنی دونوں بیٹیوں ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر سہارا لگا رکھا تھا، وہ مسلسل اس مرض کو برداشت کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ اپنے رب کے پاس پہنچ گئیں۔

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہؓ کی حالت

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد گھر ایک بہت بڑے مونس سے خالی ہو گیا تھا، چھوٹی فاطمہؓ اپنے والد کی خدمت کو انجام دیتی تھیں اور حضرت ام ایمنؓ ان کی معاونت کرتیں، حضرت فاطمہ صبح وشام آپ کی ضروریات کا خیال کرتیں، جو شخص آپ کو تکلیف دینے کا ارادہ کرتا آپ اس کو روکتیں، خاص طور پر ابو طالب کی وفات کے بعد یہ حالات کثرت سے پیش آئے۔

حضرت فاطمہؓ اس بیوقوف شخص کو فراموش نہیں کر سکتیں جو حضور ﷺ کے سامنے آیا اور آپ کے سر پر مٹی پھینک دی، آپ گھر تشریف لائے مٹی آپ کے سر میں موجود تھی، حضرت فاطمہؓ آگے بڑھیں، اپنے والد کے سر سے مٹی کو صاف کیا، سر کو دھویا، پھر دھاڑیں مار مار کر رونے لگیں، حضرت محمد ﷺ ان کی تکلیف کو ہلکا کرنے لگے اور ان کو بیوقوف لوگوں کے رویہ کے دکھ پر تسلی دینے لگے، حضور ﷺ نے اپنی بیٹی کو دیکھا اور فرمایا، اس حال میں کہ ننھی فاطمہؓ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے: ”اے پیاری بیٹی، مت رو کیونکہ اللہ تیرے باپ کی حفاظت کرنے والا ہے۔“

اسی طرح ہم سیدہ فاطمہؓ کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے مکہ میں اپنے والد کے دفاع میں بہترین کوششیں سرانجام دیں، خاص طور پر اپنی والدہ کی وفات کے بعد ان کی

besturdubooks.wordpress.com

جدوجہد میں اضافہ ہو گیا، انہوں نے بہت سی دشواریوں کو برداشت کیا، انہوں نے صبر کا دامن تھامے رکھا، ثابت قدم رہیں اور اپنے عظیم والد کی خدمت میں خود کو وقف کر دیا۔

اس بات میں کوئی تعجب نہیں کہ حضرت فاطمہؓ کو حضور ﷺ سے خاص محبت والفت، احسان ونرمی اور زائد شفقت حاصل ہو، اس کی ایک وجہ ان کی عظیم قربانیوں کے علاوہ یہ بھی ہے کہ والدہ کی وفات کے بعد والد کی محبت کی حاجت میں شدید اضافہ ہو گیا تھا، لہٰذا حضور ﷺ نے خاص طور پر اپنی اس بیٹی کے لئے یہ ارشاد فرمایا:

''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جس نے اس کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔''

حضرت فاطمہؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت

مدینہ کی طرف ہجرت کرنا اور اس عذاب اور اہانت کو چھوڑنا ناگزیر ہو چکا تھا، چنانچہ صحابہ کرام یکے بعد دیگرے مدینہ کی طرف ہجرت فرما رہے تھے، محمد مصطفیٰ ﷺ اور ابوبکر نے بھی ہجرت فرمائی، مدینہ والوں میں کامل محبت واخلاص کو ملاحظہ کیا، ابھی آپ کچھ عرصہ ہی مدینہ میں رہے کہ آپ نے اپنے ایک صحابی کو مکہ بھیجا تاکہ وہ حضور ﷺ کی صاحبزادیوں ام کلثوم، اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کو لے کر مدینہ آجائیں۔ مشرکین اب تک آل محمد ﷺ کو تکلیف دینے کے درپے تھے۔ کہا جاتا ہے، کہ جب دونوں صاحبزادیاں مکہ سے مدینہ آرہی تھیں تو ایک مشرک ''حویرث قرشی'' نے اس سواری جس پر حضرت فاطمہؓ و ام کلثوم رضی اللہ عنہما سوار تھیں نوکدار مہمیز چبھوئی، لہٰذا وہ دونوں مکہ اور یثرب کے درمیان ایک راستہ میں سواری سے گر گئیں۔ جس سے ان کی پنڈلیاں بھی زخمی ہوگئیں، جب حضور ﷺ کو حویرث کی اس حرکت کا علم ہوا آپ ﷺ نے اس بات کو ذہن میں بٹھا لیا یہاں تک کہ جب مکہ فتح ہوا، آپ نے حویرث قرشی کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا کہ اگر وہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی لپٹا ہوا ملے تو اس کے فعل بد کے بدلہ

besturdubooks.wordpress.com

میں اسے قتل کر دیا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں لگ گئے اور اسے کہیں ڈھونڈ کر قتل کر دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی

کوئی شخص بھی حضرت فاطمہؓ کا رشتہ طلب کرنے کی جسارت نہ کر سکا تھا، کیونکہ مسلمانوں کو بہت سی مصروفیات نے مشغول کر رکھا تھا، دعوت کا کام ہر چیز پر حاوی تھا، حضرت فاطمہؓ کی عمر تقریباً بارہ سال ہو چکی تھی۔

جب مدینہ کے حالات ٹھیک ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ وہ اس شرف کو حاصل کر لیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مناسبت اختیار کر لیں، اور آپ کی بیٹی سے شادی کر لیں۔ انہوں نے رشتہ مانگنے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس کے بارے میں فیصلہ کا انتظار کر رہا ہوں۔''

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ساری بات سے حضرت عمرؓ کو مطلع کیا، حضرت عمرؓ نے کہا: اے ابوبکرؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو انکار کر دیا ہے۔''

پھر حضرت ابوبکر نے حضرت عمرؓ سے کہا ''تم حضور سے فاطمہؓ کا رشتہ مانگو''۔

حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت فاطمہؓ کا رشتہ مانگا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بھی وہی بات فرمائی کہ میں فاطمہ کے بارے میں فیصلہ کا انتظار کر رہا ہوں۔''[1]

لوگوں کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اس واقعہ کا علم ہو گیا، چند انصاری لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا: ''آپ فاطمہؓ کا رشتہ مانگ سکتے ہیں۔''

حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔

''اے ابن ابی طالب کیا کام ہے؟'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشفقانہ لہجہ میں دریافت فرمایا۔

---

[1] طبقات ابن سعد (۱۲/۸)

besturdubooks.wordpress.com

جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مرحباً وسھلاً'' آپ نے اس سے زیادہ کوئی بات نہ فرمائی۔

حضرت علیؓ انصار کی جماعت کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ وہ آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ ''کیا بنا؟'' سب نے یک زبان ہو کر پوچھا۔

''میں نہیں جانتا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے ''مرحباً وسھلاً'' کے کچھ نہیں کہا'' حضرت علیؓ نے جواب دیا۔

لوگوں نے پوچھا، ''کیا آپ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ان دونوں چیزوں میں سے ایک کافی نہیں؟ انہوں نے آپ کو اھلاً بھی کہا اور مرحبا بھی کہا۔''

اگلے دن حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کھڑے ہوئے اور سلام عرض کیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی بیٹی کا رشتہ مانگنا چاہتے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: ''خدا کی قسم میرے پاس کچھ نہیں ہے۔'' حضرت علی فرماتے ہیں ''پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق احسان کا ذکر کیا اور آپ سے حضرت فاطمہؓ کا رشتہ مانگ لیا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرمی اور شفقت کے ساتھ حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت کیا۔ ''کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟۔''

حضرت علیؓ نے جواب دیا ''نہیں یارسول اللہ''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''تیری وہ چادر کہاں ہے جو میں نے تجھے اس دن دی تھی؟''

حضرت علیؓ نے عرض کیا'' یارسول اللہ! وہ میرے پاس ہے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کے لانے کا حکم دیا۔

جب حضرت علیؓ اس چادر کو لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بیچ کر شادی کا سامان خریدنے کا حکم دیا۔[1]

---

[1] طبقات ابن سعد (۸/۱۲) وبنات النبی (ص ۱۵۳)

besturdubooks.wordpress.com

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؓ کے مابین ہونے والی گفتگو کا علم ہوا۔ لہٰذا انہوں نے وہ چادر چار سوستر درہم میں خرید لی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کے پیش کردہ مال کو لیا، وہ مال حضرت بلالؓ کے حوالہ کیا تاکہ وہ کچھ پیسوں سے خوشبو وغیرہ خرید لیں، اور باقی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیں تاکہ وہ شادی کے متعلق سامان خرید لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بلایا، انہیں حضرت علیؓ کے حضرت فاطمہؓ سے نکاح پر گواہ بنایا، اس نکاح کی تکمیل اس جوڑے کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے برکت کی دعا سے ہوئی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی اور داماد کو کھجور اور دودھ پیش کیا۔

یہ نکاح ہجرت کے پہلے سال رجب کے مہینہ میں ہوا، جونہی ۲ ہجری میں محرم کا آغاز ہوا، حضرت علیؓ نے اپنے گھر کو دلہن کے استقبال کے لئے تیار کر لیا۔

تمام صحابہ شادی کی تقریب میں شریک تھے۔ تمام اہل مدینہ اس خوشی کے موقع پر شاداں تھے جانور ذبح کئے گئے۔ مدینہ میں موجود ہر شخص کو کھانا کھلایا گیا، عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی بن ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے، پانی کا ایک برتن منگوایا، اس پر قرآن مجید کی آیات پڑھیں۔ پھر دونوں میاں بیوی کو اس میں سے پینے کا حکم دیا، باقی پانی سے آپ نے وضو فرمایا، پھر ان دونوں کے سر پر چھڑک دیا، اور ان دونوں کے لئے برکت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا:

"اے اللہ ان دونوں کو برکت عطا فرما، ان پر برکتیں عطا فرما، ان کی نسل میں برکت عطا فرما۔"[1]

پھر ان دونوں کو چھوڑ دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا یقین تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو ایسے شخص کے پاس چھوڑ کر آئے ہیں جو مضبوط ایمان والا، زیادہ علم والا، عمدہ اخلاق والا اور اعلیٰ نفس والا ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد (۱۳/۸)

besturdubooks.wordpress.com

حضرت فاطمہؓ کی گھریلو زندگی

حضرت فاطمہؓ نے اپنے اعلیٰ حسب ونسب اور خاندانی شرافت و کرامت کے باوجود حضرت علیؓ کے ساتھ مشقت و تکلیف کی زندگی گزاری، چکی پیسنے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں پر اور مشکیزہ اٹھانے کی وجہ سے ان کی کمر پر نشان پڑ گئے تھے، گھر میں جھاڑو پھیرنے کی وجہ سے کپڑے گرد آلود رہتے تھے، جبکہ حضرت علیؓ گھر سے باہر کے امور کو انجام دینے میں مصروف تھے۔

پھر حضرت علیؓ نے اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم سے کہا: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گھر سے باہر کے کام کاج اور پانی بھرنے کا انتظام کرتا ہوں، وہ آپ کے لئے گھر کے کام کاج مثلاً آٹا گوندنے اور روٹیاں پکانے کا انتظام کردے گی۔''

حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ خادم آئے ہیں، آپ نے حضرت فاطمہؓ سے کہا ''اگر آپ اپنے والد کے پاس جاکر ان سے خادم مانگ لیں تو بہت اچھا ہے۔''

حضرت فاطمہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی آمد کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا ''میں آپ کو سلام کرنے آئی تھی۔'' شرم کی وجہ سے خادم کا سوال نہ کیا، اور واپس آگئیں۔

اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور گذشتہ روز ان کی آمد کی وجہ دریافت فرمائی، حضرت فاطمہؓ تو خاموش رہیں، لیکن حضرت علی نے عرض کیا، ''یارسول اللہ میں بتاتا ہوں، درحقیقت چکی چلانے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں پر اور مشکیزہ اٹھانے کی وجہ سے ان کی کمر پر نشان پڑ گئے ہیں، جب آپ کے پاس خادم آئے تو میں نے ان سے کہا تھا کہ یہ آپ کے پاس جائیں اور آپ سے ایک خادم مانگ لائیں جو انہیں مشقت اور تھکاوٹ سے محفوظ رکھے گا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔

besturdubooks.wordpress.com

پھر دوبارہ آپ ان کے ہاں رات کے وقت تشریف لائے، جبکہ وہ دونوں اپنے اس کمبل میں داخل ہو چکے تھے کہ اگر وہ قدموں کو ڈھانپیں تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا "اپنی جگہ رہو، کیا میں تمہیں سوال کردہ چیز سے بہتر نہ بتاؤں؟"

"کیوں نہیں" انہوں نے عرض کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہ چند کلمات ہیں جو مجھے جبرائیل علیہ السلام نے سکھائے ہیں وہ یہ کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہو، اور جب تم اپنے بستر پر آؤ تو ٣٣ مرتبہ سبحان اللہ ٣٣ مرتبہ الحمد للہ اور ٣٣ مرتبہ اللہ اکبر کہو۔"[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں الوداع کہا اور واپس تشریف لے گئے۔ حضرت علیؓ اور فاطمہؓ ساری زندگی ان کلمات کے پڑھنے کا اہتمام کرتے رہے۔

حضرت فاطمہؓ کی ازدواجی زندگی

بعض اوقات (بشری تقاضے کے مطابق) حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ اختلاف بھی واقع ہو جاتا تھا۔

حضرت فاطمہؓ ایک ایسے مشفق اور ہمدرد انسان کی محتاج تھیں جو انکے زخموں پر مرہم رکھے اور انہیں بچپن میں مکہ کی زندگی میں پیش آنے والی مصیبتوں اور تکالیف کو بھلا دے۔

اکثر اوقات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے جاتے تا کہ ان کے مابین پائے جانے والے اختلاف کو دور کریں، اور پوری کوشش فرماتے ہیں کہ انہیں درستگی اور سمجھ بوجھ کے کام پر ڈال دیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنجیدہ خاطر بے چینی کی حالت میں حضرت فاطمہؓ کے گھر کی طرف تیزی سے جاتے ہوئے دیکھا گیا۔ آپ نے

---

[1] مسانید (٣٣/٢)

besturdubooks.wordpress.com

کچھ وقت وہاں گزارا پھر باہر تشریف لے آئے، جب باہر آئے تو آپ کا چہرہ خوشی ونشاط سے سرشار تھا، ایک صحابی نے عرض کیا "یارسول اللہ! جب آپ اندر گئے تھے تو کسی اور حالت میں تھے، اور آپ باہر نکلے ہیں تو آپ کے چہرہ پر مسرت وشادمانی ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا "مجھے اس خوشی سے کیا مانع ہے حالانکہ میں نے اپنے محبوب ترین دو شخصوں کی صلح کروائی ہے۔"

جب حضرت علی کچھ تنگی کرتے تو کبھی کبھار حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کو (بتقاضہ بشری) کہہ دیتیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی شکایت لگا دیں گی، ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ سے کہا "خدا کی قسم! میں رسول اللہ کو آپ کی شکایت لگا دوں گی...... یہ کہہ کر وہ باہر چلی گئیں۔ حضرت علیؓ بھی ان کے پیچھے چل پڑے، یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ اپنے والد کے پاس پہنچ گئیں اور اپنے خاوند کی شکایت کی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اختلاف کو شیریں الفاظ کے ساتھ ختم کر دیا اور انہیں صبر وایثار اور محبت وہمدردی اپنانے کی تلقین کی۔

حضرت علیؓ کا ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ

عرب معاشرہ ایک "معاشرہ تزوج" تھا ہر مرد ایک سے زیادہ بیویاں رکھتا تھا، حضرت علیؓ ان کے مثل کیوں نہ ہوتے؟ وہ ابوبکر صدیق، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کی طرح کیوں نہ ہوتے؟ جنہوں نے ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کیا تھا۔

حضرت علیؓ عمرو بن ہشام بن مغیرہ کی بیٹی سے شادی کا ارادہ رکھتے تھے، جو ابو جہل کے نام سے مشہور ہے۔ اسلام کی دعوت کی ابتداء میں اس کی تاریخ بہت سیاہ ہے، یہی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبان سے بھی تکلیف دی۔ یہاں تک کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو نہ روکتے تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مارنے کے لئے پتھر اٹھا چکا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ دونوں سے مسلمانوں کو تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔

besturdubooks.wordpress.com

ابوجہل کی اسلام دشمنی

تاریخ اسلامی ابوجہل کے اس سیاہ عمل کو کبھی نہیں بھول سکتی جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعاقب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (معاذ اللہ) قتل کرنے کی دھمکی دینے کے بعد اسماء بنت ابی بکر کے ساتھ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ ہجرت کرنے کا پختہ عزم فرما چکے تھے۔ ابو جہل نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے بستر پر نہ پایا تو آپ کی تلاش میں ابوبکرؓ کے گھر پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ابوبکرؓ کسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوتے، اس نے دروازہ پر دستک دی۔

''دستک دینے والا کون ہے؟'' حضرت اسماءؓ نے پوچھا۔

''ابوبکر کی بیٹی، دروازہ کھول'' ابوجہل نے بلند آواز سے کہا۔

''تو ہے کون؟'' حضرت اسماء نے دریافت کیا۔

''میں عمرو بن ہشام ہوں''

''تو کیا چاہتا ہے؟''

''دروازہ کھول کے مجھ سے بات کر''

جب حضرت اسماءؓ نے دروازہ کھولا، ابوجہل نے ان سے پوچھا ''تیرے والد کہاں ہیں؟''

''مجھے اس کا علم نہیں اور میں نہیں جانتی وہ کہاں گئے'' حضرت اسماء نے دوٹوک جواب دیا۔

''وہ اکیلے تھے یا ان کے ساتھ کوئی اور بھی تھا؟'' ابوجہل نے پوچھا۔

''میں نہیں جانتی'' حضرت اسماء نے اظہار لاعلمی کرتے ہوئے کہا۔

جب ابوجہل نے دیکھا کہ اس کا مقصود پورا نہیں ہو رہا، غصہ میں آ کر اس نے حضرت اسماء کے چہرہ پر اس زور سے مارا کہ ان کا کان زخمی ہو گیا اور بالی بھی کان سے گر

besturdubooks.wordpress.com

گئی۔

ایسے بہت سے مواقع تاریخ میں ملتے ہیں کہ ابو جہل نے حضور ﷺ کو اور مسلمانوں کو بہت سی تکالیف پہنچائیں اور دعوت کے راستہ میں رکاوٹ بن گیا۔ اس وجہ سے غزوہ بدر کے موقع پر حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کو تلقین کی کہ وہ ابو جہل کو تلاش کر کے اسے قتل کر دیں۔ اور اس ظالم کا سر مسلمانوں کی قیادت کے سامنے پیش کیا جائے۔

کیا ایسے بدنصیب شخص کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سوکن بن سکتی تھی......؟

یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے کوئی بھی راضی نہیں ہو سکتا اور بلاشبہ حضور ﷺ بھی اس عقد پر راضی نہ تھے۔ آپ کو اپنے چچا زاد پر بہت غصہ تھا۔ آپ نے اپنے غصہ کا اظہار اپنے خطبہ کے موقع پر صحابہ کرام کی موجودگی میں کیا۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور کہا:

''ہشام بن مغیرہ کی اولاد مجھ سے اجازت طلب کرتی ہے کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کرنا چاہتے ہیں، میں انہیں اجازت نہیں دیتا، میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔ میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔ اگر علی بن ابی طالب ایسا کرنا چاہتا ہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی لڑکی سے نکاح کر لے۔ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے مجھے بھی تکلیف دیتی ہے، اور مجھے خوف ہے کہ ابو جہل کی بیٹی کی وجہ سے فاطمہ کے دین میں خرابی پیدا ہو جائے گی۔''[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جوش ٹھنڈا ہو گیا، آپ درستگی کی طرف متوجہ ہو گئے اور ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ ترک کر دیا۔

---

[1] بخاری ۷:۴۷، فضائل الصحابۃ (۹۳)

besturdubooks.wordpress.com

اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی والہانہ محبت

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا سکون واطمینان واپس لوٹ آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنچنے والی مصیبت ختم ہوگئی' وہ اپنے اس فیصلہ پر نادم تھے۔ حضرت فاطمہؓ اپنی اولاد حضرات حسنین' زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہم کی تربیت کیلئے فارغ ہوگئیں۔ ان بچوں کو دیکھ کر حضور ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ حضور ﷺ ان کی والدہ کے اکرام و اعزاز کی خاطر ان بچوں کو بہت زیادہ محبت' شفقت' دل لگی اور ہمدردی سے نوازتے تھے۔ تاریخ میں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے ایک نواسہ کو کندھے پر اٹھائے بازار سے گزرے جب مسجد میں پہنچے تو نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے آہستگی سے اسے ایک طرف رکھا اور مسلمانوں کی امامت کیلئے آگے تشریف لے گئے' جب نماز سے فارغ ہوئے تو ایک صحابی نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ! آپ نے ایک انتہائی لمبا سجدہ فرمایا' ہمیں خیال ہوا کہ یا کوئی معاملہ پیش آیا ہے یا وحی نازل ہورہی ہے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''ایسا کچھ بھی نہیں۔ بلکہ میرا بچہ مجھ پر سوار ہوگیا تھا' مجھے ناگوار محسوس ہوا کہ میں اس کی ضرورت پوری ہونے سے پہلے جلدی کروں۔''[1]

تاریخ اس دن کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی جب نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے' اچانک حضرات حسنین رضی اللہ عنہما گرتے پڑتے مسجد میں آگئے۔ انہوں نے سرخ قمیض پہن رکھی تھی' حضور ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے' انہیں اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ ''اللہ نے سچ فرمایا۔ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن: ۱۵) یعنی تمہارا مال اور اولاد آزمائش کی چیزیں ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا جو لڑکھڑاتے

---

[1] النسائی (۲/۲۲۹' ۳:۲۲)

besturdubooks.wordpress.com

ہوئے چل رہے تھے' مجھ سے صبر نہ ہوسکا۔ میں نے اپنی بات پوری نہ کی اور ان دونوں کو اٹھالیا!......"

بسا اوقات حضور ﷺ حضرات حسنین کو بیٹا کہہ کر پکارتے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کرتے تھے۔ "میرے بیٹوں کو بلاؤ" جب وہ آتے تو آپ ان کا بوسہ لیتے اور ان کو سینہ سے لگاتے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں نے کسی کام کے سلسلہ میں حضور ﷺ کا دروازہ کھٹکھٹایا، آپ باہر تشریف لائے تو آپ پر کوئی ایسی چیز تھی جسے میں نہ جانتا تھا۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو میں نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! آپ پر یہ کیا چیز ہے؟" آپ نے اسے کھولا تو وہ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما تھے۔ پھر آپ نے فرمایا "یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور ان سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہوں۔"[1]

ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے' حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما دونوں سو چکے تھے۔ جبکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھوک کی وجہ سے رو رہے تھے اور کھانا مانگ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جگانا مناسب نہ سمجھا' آپ گھر میں صحن میں کھڑی ایک بکری کے پاس گئے۔ اس کا دودھ نکالا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پلایا یہاں تک کہ وہ خوب اچھی طرح سیراب ہوگئے۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پاس سے گزرے' آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی' آپ اندر تشریف لے گئے اور اپنی صاحبزادی سے فرمایا "کیا تو نہیں جانتی کہ حسن رضی اللہ عنہ کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔"

---

[1] مسانید (۲/۲۴۴)

besturdubooks.wordpress.com

فتح مکہ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے موقع پر اپنے والد کے ہمراہ حاضر تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دس ہزار صحابہ کے ساتھ نکلے۔ اسی تعداد کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے' آپ کو وہ دن بھی یاد ہوگا جب یہاں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے اور اب آٹھ سال بعد واپسی کا منظر بھی چشم تصور میں دہرا لیجئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ماضی کی یادوں کو ملحوظ خاطر رکھتی تھیں، وہ اپنے والد کی نگاہوں میں پسندیدہ اور اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنے والی تھیں۔

پورا مکہ مسلمان ہو چکا تھا اور اسلام کی دعوت پر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر و نواہی کی اطاعت پر ایمان لا چکا تھا۔

حضرت فاطمہ تقریباً اڑھائی ماہ بعد مکہ سے واپس لوٹ آئیں۔ وہ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان کے مہینے میں مکہ آئیں تھیں۔ اور اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ اسی سال ذی الحجہ کے آخر میں واپس چلی گئیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند' بچوں اور والد کے ساتھ بہت خوش تھیں لیکن خوشی بعض مرتبہ دائمی نہیں ہوتی۔

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں۔ اس نے لوگوں کے لیے اپنے دین کو کامل کر دیا۔ ان میں اپنی نعمت کو تمام کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تبلیغ فرما دی۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لازم تھا کہ اپنے رب سے ملاقات کی تیاری کر لیں۔

آپ علیہ السلام بیمار ہو گئے' آپ کے دل میں خیال آیا کہ رات کو جنت البقیع میں جائیں جہاں مسلمانوں کی قبریں ہیں آپ کے ساتھ آپ کے غلام ''ابو مویہبہ'' بھی تھے۔ پھر آپ قبروں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور قبر والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے قبرستان والو' تمام پر سلامتی ہو' تمہیں مبارک ہو کہ تمہیں ان چیزوں سے

besturdubooks.wordpress.com

واسطہ نہیں پڑا جس کا شکار لوگ ہوئے ہیں۔ تاریک رات کی طرح فتنے واقع ہونے والے ہیں' ایک فتنہ دوسرے کے ساتھ ملا ہوا ہوگا اور دوسرا فتنہ پہلے سے زیادہ سخت ہوگا۔''

پھر آپ نے ابومویہبہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے ابومویہبہ مجھے دنیا کے خزانوں کی چابیاں' اس میں ہمیشہ رہنے اور جنت دی گئی۔ پھر مجھے ان چیزوں اور اپنے رب کی ملاقات اور جنت کے درمیان اختیار دیا گیا۔''

حضرت ابومویہبہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں' دنیا کے خزانوں کی چابیاں اس میں قیام کی ہمیشگی اور جنت کو اختیار کر لیجئے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نہیں' اے ابومویہبہ! میں اللہ کی ملاقات اور جنت کو اختیار کرتا ہوں۔''

جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو مرض شدت اختیار کر گیا۔ بخار میں اضافہ ہو چکا تھا۔ لیکن اس بخار نے آپ کو چلنے پھرنے اور گفتگو کرنے سے نہ روکا تھا۔ آپ لوگوں کو نماز بھی پڑھاتے تھے اور ان سے گفت وشنید بھی فرماتے تھے۔ اس بیماری کے دوران ایک مرتبہ آپ نے فرمایا ''اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ کو اس کے رب نے دنیا و آخرت اور اپنے خزانوں کے درمیان اختیار دیا تو اس نے اللہ کے پاس موجود خزانوں کا انتخاب کر لیا۔''[1]

''اے مہاجرین کی جماعت! انصار کے ساتھ بہترین سلوک کرو' کیونکہ لوگ اضافہ کرتے ہیں لیکن انصار اپنی اصلی حالت میں ہیں ان میں کوئی اضافہ نہیں' یہ میری وہ چادر ہیں جس میں مجھے پناہ ملی۔ جو ان سے اچھا سلوک کرے تم بھی اس سے اچھا سلوک کرو' جو ان سے برا سلوک کرو تم اس کو ہرگز نہ چھوڑنا۔''[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ کے

---

۱ کنز العمال (۳۴۹۶۱)

۲ کنز العمال (۳۳۷۳۵)

besturdubooks.wordpress.com

مرض اور بخار نے شدت پکڑ لی تھی۔ آپ کے اوپر موٹی چادر ہوتی تھی۔ اس کے باوجود اگر کوئی آپ پر ہاتھ رکھتا تو بخار کی تپش کو محسوس کرتا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روزانہ آپ کی تیمارداری کرتیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان شدید حالات میں جب بھی اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوتیں، ان کا بوسہ لیتیں' جب وہ پہلے آیا کرتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا استقبال کرتے' ان کا بوسہ لیتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خوش آمدید کہا۔ انہیں اپنے ساتھ بٹھایا۔ انہیں سرگوشی کے انداز میں کوئی بات فرمائی تو وہ رونے لگیں' پھر کوئی دوسری بات کی تو وہ مسکرا دیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چاہتی تھیں کہ اسی وقت اس راز کو جان لیں۔ لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کر سکتی۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آہستہ آواز میں کہا تھا کہ اس مرض میں آپ کا انتقال ہوگا تو وہ رونے لگیں اور پھر آپ نے یہ کہا کہ میرے اہل میں سب سے پہلے تو مجھ سے آ کر ملے گی تو وہ مسکرا دیں۔''

بخار کی شدت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ٹھنڈے پانی کا ایک برتن رکھا جاتا تھا۔ آپ مسلسل اس میں اپنا ہاتھ ڈالتے اور اسے چہرہ پر پھیر لیتے۔ اس بخار کی وجہ سے بعض اوقات آپ پر بے ہوشی بھی طاری ہو جاتی تھی۔ پھر افاقہ ہو جاتا' لیکن آپ اس بخار کی وجہ سے شدید تکلیف کا سامنا کر رہے تھے' یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب اپنے والد کے غم سے بے قرار ہو گئیں تو کہا۔ ''واکرب اباہ!! (ہائے میرے باپ کی تکلیف)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تیرے باپ پر آج کے بعد کوئی تکلیف نہیں۔'' یعنی آپ اس جہاں...... غم والم کے جہان سے رخصت ہونے والے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہؓ کی حالت

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوگیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ہائے ابا جان، جنہوں نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہا، ہائے ابا جان، جنت الفردوس جن کا ٹھکانہ ہے، ہائے ابا جان، جن کی وفات کی خبر جبرائیل کو ہم دیتے ہیں۔" جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روضہ اطہر میں منتقل کر دیا گیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئیں اور ان سے کہا "اے انس! تمہارے دل نے یہ کیسے گوارا کرلیا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مٹی ڈالو۔" پھر وہ رو پڑیں اور یہ اشعار کہے۔

اغبر آفاق السماء وکورت — شمس النهار واظلم العصران
فالارض من بعد النبی کئیبة — اسفا علیه کثیرة الرجفان
فلتبکه شرق البلاد و غربها — ولتبکه مضر وکل یمان
یا خاتم الرسل المبارک ضوءه — صلی علیک منزل القرآن

"آسمان کے کنارے گرد آلود ہوگئے، ان کا سورج لپیٹ لیا گیا، صبح و شام تاریک ہوگئے، زمین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بنجر ہوگئی اور آنسو بہانے لگی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افسوس کرتے ہوئے، ان کی وفات پر زمین کے شرق وغرب کو اور قبیلہ مضر اور یمان سب کو رونا چاہیے۔ اے خاتم الرسل جن کی روشنی بڑی مبارک ہے آپ پر قرآن کا نازل کرنے والا رحمت نازل فرمائے۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کی قبر کے پاس کھڑی ہوئیں، مٹی کی ایک مٹھی کو اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگایا رو پڑیں اور کہا:

ماذا علی من شم تربة احمد — ان لایشعر مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لوانها — صبت علی الایام صرن لیا لیا

"جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹی کو سونگھ لیا تو اگر وہ ساری زندگی کسی مدہوش کرنے

besturdubooks.wordpress.com

والی چیز کو نہ سونگھے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مجھ پر ان کی وفات سے ایسی مصیبتیں نازل ہوئیں کہ اگر وہ دنوں پر نازل ہوتیں تو دن رات میں تبدیل ہو جاتے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کوئی مصیبت پیش آتی۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس جاتیں۔ اور آپ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کرتیں۔ گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے کھڑے ہیں۔

انا فقد ناک فقد الارض وابلها وغاب مذغبت عنا الوحی والکتب
فلیت قبلک کان الموت صادفنا لمانعیت وحالت دونک الکثب

"ہم نے آپ کو ایسے کھو دیا جیسے زمین اپنی تری کو کھو دیتی ہے۔ جب سے آپ جدا ہوئے وحی اور کتب بھی غائب ہو گئیں۔ کاش آپ سے پہلے موت ہم کو اچک لیتی، جب آپ کی موت کی خبر آئی اور آپ کے سامنے ٹیلے آ جاتے۔"

تمام اہل و اقارب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غم میں شریک تھے۔ وہ سب حضرت فاطمہ سے تعزیت اور اظہار ہمدردی کر رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی اروی بنت عبدالمطلب نے اپنے بھتیجے کے غم میں یہ اشعار کہے۔

أفاطمہ صلی اللہ رب محمد علی حدث امسیٰ بیثرب ثاویا
کان علی قلبی لذکر محمد وما خفت بعدالنبی المکاویا
ابا حسن فارقتہ و ترکتہ فبک بحزن آخر الدھر شاجیا

"اے فاطمہ، محمد کا رب اس شخص پر رحمت بھیجے جو یثرب میں آیا۔ میرے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی یاد ہے اور مجھے نبی کے بعد گالی گلوچ کا خوف نہیں، تو نے ابوحسن کو چھوڑ دیا اور ان سے جدا ہو گئی لہٰذا تو ہمیشہ خود کو غمگین کر کے رلا۔"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے متعلق دو اہم معاملے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد دو معاملے ایسے تھے جن کا تعلق حضرت فاطمہ

besturdubooks.wordpress.com

رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھا۔

(۱) ارض فدک

یہ خیبر کا ایک علاقہ تھا جہاں یہودی آباد تھے۔ ان کے پاس قلعے نہ تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے قتال نہ کیا تھا' لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا لہٰذا انہوں نے یہ علاقے حوالہ کر دیئے تھے۔

یہ زمین خیبر کی پیداوار کی طرح حصوں میں تقسیم نہ ہوئی۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے' ذوی القربیٰ' مساکین' یتیموں اور مسافروں کے لیے تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کا نفقہ اسی زمین سے وصول فرماتے تھے اور باقی کو ہتھیار سازی اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے صرف فرماتے تھے۔

ارض فدک کو بھی بنی نضیر کی زمین کی مانند قرار دیا گیا تھا' چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ"﴾ (الحشر: ۶'۷)

''اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے مفت دلایا ہے سو تم نے اس پر گھوڑے نہیں دوڑائے اور نہ اونٹ' لیکن اللہ اپنے رسولوں کو غالب کر دیتا ہے۔ جس پر چاہے' اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے' جو مال

besturdubooks.wordpress.com

اللہ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے مفت دلایا ہے سو وہ اللہ اور رسول ﷺ اور قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے' تاکہ وہ تمہارے دولتمندوں میں نہ پھرتا رہے' اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو' بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس زمین کے انتظام و انصرام کے سنبھالنے کے مطالبہ کیا' یہ مطالبہ بطور نگہبانی کے تھا' وہ اس زمین کا وارث نہ بننا چاہتی تھیں' بلکہ محض اپنا حق وصول کرنا چاہتی تھیں۔ لہٰذا انہوں نے اس سلسلہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ ارشاد نبوی ﷺ سنایا:

''ہم کس کو وارث نہیں بناتے' جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس کی کفالت حضور ﷺ کیا کرتے تھے میں بھی اس کی کفالت کروں گا۔''

پھر فرمایا: ''خدا کی قسم! حضور ﷺ کی قرابت میرے نزدیک اپنی قرابت داری کے جوڑنے سے زیادہ محبوب ہے۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارض فدک کو حضور ﷺ کے طرز مبارک پر تقسیم کیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہوگئیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جانب سے حضور ﷺ کے انداز کی تقسیم کو قبول کرلیا۔

(۲) ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے کسی مسلمان نے انکار نہ کیا۔ اس اختیار خلافت پر تمام مسلمانوں کا اجماع تھا۔ اس اجماع سے زیادہ قوی دلیل حضور ﷺ کے مرض الموت میں آپ کا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دینا ہے۔ حضور ﷺ کے خلیفہ کا انتخاب کرنے کے لیے جو لوگ بنو ساعدہ کے سقیفہ میں جمع ہوئے تھے ان میں سے

besturdubooks.wordpress.com

کسی ایک نے بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار نہیں کیا۔ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس اور حضرت فضل رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے عمل میں مشغول تھے۔ اس لیے انہوں نے اس عمل سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اس اختیار پر متفق تھیں کیونکہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقام کو جانتی تھیں۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دین کی خاطر کی گئی کوششوں سے واقف تھیں اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول بھی سن رکھا تھا:

"اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا لیکن اخوت اور صحابیت کا تعلق ضرور ہے۔"[1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے کمال کے لیے بطور دلیل کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حسن اختیار ہی کافی ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال اور تجہیز و تکفین

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار ہوگئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ ساتھ رہنے لگیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لیے بھیجا تھا تاکہ وہ ان کی خدمت کریں۔ خود ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس مرض میں ان کی زیارت کی تھی، انہوں نے اجازت طلب کی تھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اپنے والد کے صدیق کا بڑا اونچا مقام و مرتبہ تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال تک ان کے

---

[1] مسلم: فضائل الصحابۃ، باب رقم (۲، ۳، ۴، ۵، ۷)

besturdubooks.wordpress.com

پاس ہی رہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت اسماء نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ''اے رسول اللہ کی بیٹی' میں تجھے ایک ایسی چیز نہ دکھا دوں جو حبشہ میں بنائی جاتی ہے؟'' پھر انہوں نے ایک تر ٹہنی منگوائی پھر اس میں سے آواز نکالی اور اس پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''یہ کتنا حسین و خوبصورت ہے، جب میں مر جاؤں تو مجھے تم ہی غسل دینا اور کسی کو میرے پاس نہ آنے دینا۔''

کہا جاتا ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں' حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے انہیں روک دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی اور کہا: ''یہ ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان حائل ہو رہی ہیں۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا: ''اے اسماء آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیہ کو ان کی بیٹی کے پاس جانے سے کیوں روک رہی ہیں حالانکہ تو نے ان کے لیے ایسا کجاوہ بنایا ہے جو ہم نے پہلے نہیں دیکھا؟''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے اس بات سے منع کیا تھا کہ ان کے پاس کوئی اور آئے اور انہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ان کے لیے ایسا کجاوہ بناؤں۔''

کہا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا ان کی وفات ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری میں ہوئی' آپ کی عمر انتیس سال تھی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بڑی مبارک اولاد چھوڑی' جن میں حضرت

besturdubooks.wordpress.com

حسن، حضرت حسین، حضرت محسن، حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم ہیں۔ حضرت محسن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی دین کی خاطر اور اپنے والد محترم کی خاطر کی جانے والی محنت، قربانیاں اور کاوشیں بہت زیادہ ہیں، خواہ ہم ان کو ذکر کریں یا نہ کریں...... اس بنا پر وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی زندگی میں اور وفات کے بعد ان کا اکرام کیا جائے۔ وہ عظیم فضل کی حامل تھیں ان کے بارے میں احادیث مبارکہ بھی وارد ہیں۔

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام جہان کی عورتوں میں سے بہترین عورتیں چار ہیں (۱) مریم بن خویلد (۲) آسیہ بنت مزاحم جو فرعون کی بیوی تھیں (۳) خدیجہ بنت خویلد (۴) فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ [۱]

یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے جو سب صحیح ہیں، یہ چیز ان کے فخر، عظمت اور اعزاز کیلئے کافی ہے۔ رحمہا اللہ و رضی عنہا۔

تمت الترجمة بفضل الله تعالىٰ

و عونه و توفيقه

کتبھا ابن سرور محمد اویس

---

۱ کنز العمال (۳۴۴۰۴)